امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 3 ذی الحجۃ 1435ھ بمطابق اکتوبر 2014ء شمارہ 8

ایک ملک دو حکمران؟!

عیدالاضحیٰ کی مناسبت سے

عالیقدر امیرالمومنین کا پیغام

مسئلہ افغانستان اور تیسری عالمی تہذیبی جنگ

افغانستان میں امریکا کی لاحاصل جنگ

خودمختارانہ غلامی

قندوز: کامیاب خیبر آپریشن

اس سال بھی ہزاروں افراد دشمن کی صفوں سے الگ ہوئے اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے

دعوت وارشاد کمیشن کے ذمہ دار سے خصوصی گفتگو

فرمان نبی کریم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال من اشتریٰ ثوباً بعشرۃ دراہم وفیہ درہم حرام لم یقبل اللہ لہ صلوٰۃ مادام علیہ ثم ادخل اصبعیہ فی اذنیہ قال صمتا ان لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سمعتہ یقولہ ۔

(رواہ احمدوالبیہقی فی شعب الایمان)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے دس درہم میں کوئی کپڑا خریدا اوران میں ایک درھم بھی حرام کا تھا تو جب تک وہ کپڑا اس کے جسم پر رہے گا اس کی کوئی نماز اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہ ہوگی ،، (یہ بیان کرکے) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی دو انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں دے لیں اور بولے : بہرے ہو جائیں میرے یہ دونوں کان اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات فرماتے نہ سنا ہو ۔(یعنی میں نے جو کچھ کہا ہے یہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے کانوں سے سنا ہے)

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ

شریعت

جلد 3 ذی الحجۃ 1435ھ بمطابق اکتوبر 2014ء شمارہ 8

ماہنامہ شریعت امارت اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے، جو امارت اسلامیہ کے میڈیا ونگ اور ثقافتی کمیشن کی زیر نگرانی شائع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری کشمکش، حالات وواقعات اور مظلوم مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے بھیانک مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

مدیر اعلیٰ : ولید افغان

نائب مدیر : شمس ابدالی

مجلس مشاورت

- ملا اسد افغان
- سلمان بدر
- ہارون بلخی
- فرہاد ہروی
- استاد فریدون

عکس درون

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
1	ایک ملک دو حکمران؟!	2
2	کابل میں نئے ملازم کی تعیناتی کے حوالے سے امارت اسلامیہ کا اعلامیہ	3
3	افغانستان میں امریکا کی لاحاصل جنگ	4
4	مولوی دستگیر صاحب: حیات وشہادت	5
5	فلسطین کا قضیہ	9
6	گیارہ ستمبر، تاریخ کا نیا دور	13
7	دعوت وارشاد کمیشن کے ذمہ دار سے خصوصی گفتگو	15
8	گوریلا جنگ سے محاذ تک!	20
9	مسئلہ افغانستان اور تیسری عالمی تہذیبی جنگ	21
10	ہارلڈ گرینی کی موت: وہائٹ ہاؤس لرز گیا!	24
11	دروغ ساز میڈیا	26
12	احساسِ تحفظ کا زیاں!	28
13	لاء آف دی ری ایکشن	30
14	مٹی کا بیٹا!	32
15	قندوز: کامیاب خیبر آپریشن	33
16	خود مختارانہ غلامی	35
17	آزادی کون منائے؟	36
18	ابوالکلام آزاد نے فرمایا تھا	37
19	صبح آزادی کی اذان	38
20	جنگی جرائم بمطابق اگست 2014	39
21	افغانستان اگست 2014 میں	41
22	ذی قعدہ کے مہینے میں ہونے والے کارروائیوں کا جدول	44

ڈیزائننگ : مولوی محمد فاروق

رابطہ کے لیے برقی پتہ:
shariatmagazine@yahoo.com

انٹرنیٹ ایڈیشن ملاحظہ کیجیے:
www.shahamat-urdu.com

قیمت فی شمارہ: 30 روپے

سالانہ زر تعاون: 350 روپے

سالانہ زر تعاون

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور یورپی ممالک.........40 ڈالر

سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات.........30 ڈالر

بنگلہ دیش.........28 ڈالر

ایک ملک دو حکمران؟!

اقتدار کے حریص دو چہروں ڈاکٹر اشرف غنی اور ڈاکٹر عبد اللہ کے بیچ حصول اقتدار کے لئے تقریباً نصف سالہ طویل اور شرمناک کشمکش کے بعد بالاخر امریکی وزیر خارجہ جان کیری اور کابل میں تعینات امریکی سفیر جیمز کننگھم کی وساطت کے نام سے علی الاعلان مداخلت، حکم اور دھمکیوں کے نتیجہ میں 19 ستمبر بروز جمعہ دونوں امیدواروں کے مابین وحدت ملی کے نام سے ایک ایسی مشترکہ حکومت بنانے کا معاہدہ ہوا جس میں جیتنے والا امیدوار کو صدر مملکت اور ہارنے والے کو نیا ایجاد شدہ چیف ایگزیکٹو کا عہدہ سونپ دیا جائے گا۔ جس کے اختیارات وزیر اعظم کے برابر ہوں گے۔ اس معاہدہ کے وجود میں آتے ہی نصف سالہ جاری کشمکش کا فوری خاتمہ ہوا اور صرف دو دن بعد 21 ستمبر کو الیکشن کمیشن نے حتمی نتائج کا اعلان کر دیا جس کے مطابق ڈاکٹر اشرف غنی کو کامیاب امیدوار قرار دے کر صدر مملکت بنا دیا گیا۔

ہر باشعور شخص یہ جانتا ہے کہ غاصب امریکہ مقبوضہ افغانستان میں اقتدار کی تمام کرسیوں پر اپنے پسندیدہ اور ایسے معتمد افراد کی تقرری کرتا آیا ہے جو نہایت خندہ پیشانی سے ہر امریکی حکم پر لبیک کا نعرہ لگاتے ہوں، ان کے ہر مطالبے کو تسلیم اور ہر خواہش کی تکمیل میں جان کی بازی لگانے کے لئے تیار ہوں اور ان کے مذموم مقاصد واہداف کے حصول میں اخلاص کے ساتھ سرگرم رہنے کے ساتھ ساتھ امریکی مفادات کو اپنے قومی مفادات پر ترجیح دینے والے ہوں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ امریکہ کے ارادوں اور آنکھ کے اشاروں کو سمجھنے والے ہوں۔ امریکہ کی خوش قسمتی کہئے کہ اشرف غنی اور عبد اللہ دونوں اس معیار پر ہر طرح سے پورے اترے ہیں اور انہیں حق ہے کہ پورا اتریں، اس لئے کہ اشرف غنی کی زندگی کا ایک بڑا حصہ امریکہ میں گزرا ہے، وہیں نشوونما پائی ہے، وہیں سے تعلیم حاصل کی ہے اور پھر وہاں کے تعلیمی اداروں سے تدریس کا آغاز کیا ہے، وہیں سے B52 طیاروں کے زور پر صلیبی قافلے کے ساتھ افغانستان لایا گیا ہے، یہاں وزارت کی کرسی اور بیرونی افواج سے کابل ادارے کو انتقال اقتدار کے معاملات کا سربراہ بنا دیا گیا ہے، امریکہ کی طرف سے دنیا کے دوسرے مفکر کے لقب سے نوازا گیا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ باوجود اس کے افغانستان میں ان کی کوئی عسکری تنظیم بھی نہیں پھر بھی الیکشن میں کامیاب قرار دیا گیا۔

رہی بات عبد اللہ کی، وہ تو امریکی احسانات کے تلے اس قدر دبا ہوا ہے کہ یہ اور شمالی اتحاد نامی وہ تنظیم جو برائی کے لئے استعارہ بن چکی تھی، جسے افغان قوم نے یکسر رد کر دیا تھا اور جو طالبان کے خوف سے ایک چھوٹے قصبے اور غاروں تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ اسی تنظیم کو امریکہ نے ملک وملت پر لا مسلط کیا اور اسے اس قدر مضبوط اور توانا کر دیا کہ آج اس نے انتہائی ڈھٹائی کے ساتھ انتخابی نتائج کو تسلیم کرنے سے انکار کیا اور جب تک اپنے لئے صدر مملکت کے برابر عہدہ حاصل نہ کیا برابر انکار کرتا رہا۔

یہ یقینی ہے کہ امریکہ عنان اقتدار اپنے انہی دونوں کاسہ لیسوں کے ہاتھ میں دینا چاہتا تھا البتہ دنیا کو اپنی جمہوریت پسندی اور افغانستان میں لائی ہوئی اپنی ڈیموکریسی کی حاکمیت دکھانے کے لئے انتخابی ڈرامہ رچایا کہ یہاں انتقال اقتدار جمہوری طریقے سے ہوتا ہے۔

امریکہ اگر چاہتا تو انتخابات کے پہلے مرحلے میں ہی یہ فیصلہ کروا سکتا تھا اور دونوں کو مشترکہ حکومت بنانے پر مجبور کر سکتا تھا لیکن افغانوں کے بیچ لسانی اور علاقائی تعصبات کو بڑھانے کے لئے اس معاملے کو طول دیتا رہا تاکہ مجاہدین کے خلاف کامیابی سے مکمل ناامیدی اور افغانستان سے فرار کی حالت میں اسانی کے ساتھ ملک کی تقسیم کر کے افغانوں کو ابدی بدبختی سے دوچار کرے۔

جیسا کہ امریکی وزیر خارجہ نے کہا تھا کہ وعدے کے مطابق افغانستان کا بننے والا نیا صدر، امریکہ اور نیٹو کے ساتھ سٹریٹجک معاہدہ پر دستخط کرے گا۔ اور یہی ہوا، اشرف غنی نے کامیاب قرار دیئے جانے کے بعد فوری اعلان کیا کہ میں سٹریٹجک معاہدہ پر دستخط کروں گا۔ اس اعلان کے ساتھ امریکہ اور برطانیہ نے بھی کابل حکومت کے ساتھ اپنی ہمدردی اور تعاون کو جاری رکھنے کے عزم کا اعادہ کیا۔

سطحی نظر سے دیکھنے والے کئی لوگ شائد یہ سوچیں گے کہ نئی حکومت اور غاصب افواج کے بیچ یہی مکمل ہم آہنگی نئی حکومت کی کامیابی کا باعث بنے گی لیکن یہ ایک بڑی خام خیالی ہو گی، جس ادارے کی پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی رکھ دی گئی ہو وہ بھلا کیسے پروان چڑھ سکتا ہے؟ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایک ناکام حکومت ثابت ہو گی۔ یہ حکومت دو دھڑوں کے درمیان ہونے والی گٹھ جوڑ کے نتیجے میں قائم ہونے والی ایسی حکومت ہے جس کی مثال سیاست کی دنیا میں دکھائی نہیں دیتی کہ ملک ایک ہو اور حکمران دو؟! اور وہ بھی ایسے کہ دونوں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوں۔

اشرف غنی کی کوشش ہو گی کہ ملک وملت کے تمام اہم فیصلے وہ خود کرے اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو کامیاب اور افغانستان کا صدر کہتا ہے۔ لیکن عبد اللہ جس کی طوطا چشمی پوری دنیا کے سامنے ہے وہ بے شرمی کی انتہا کرتے ہوئے اپنے کو اشرف غنی کے متوازی اختیارات کا مالک سمجھتا ہے نہ صرف یہ کہ اہم وزارتوں اور بڑے عہدوں کی تقسیم میں اشرف غنی کے لئے رکاوٹ بنے گا بلکہ اختیاراتِ صدارت میں نصف حصہ کا مدعی بھی بنے گا۔ اور یہی ان دونوں کے بیچ بڑے اختلافات اور اس حکومت کے ختم ہونے کا باعث ہو گا۔ ان شاء اللہ۔

کابل میں نئے ملازم کی تعیناتی کے حوالے سے

امارت اسلامیہ کا اعلامیہ

امریکی جارحیت پسندوں نے افغانستان میں اپنے استعماری عزائم کی تکمیل کے علاوہ امن پسند افغان باشندوں کے ساتھ دھوکہ، فریب اور فراڈ کرنے کے لیے نوع بہ نوع ڈراموں اور مختلف اسکیموں کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ الحمدللہ! جو وقتاً فوقتاً شرم ناک ناکامی اور ذلت خیز شکست کا شکار ہوتا رہتا ہے۔

امریکا کی انہی کوششوں میں سے ایک غاصبانہ چالاکی انتخابات کے نام پر اسٹیج کیے گئے ڈرامے کے رُوپ میں منظر عام پر آئی ہے۔ جس میں امریکا کو قدم بہ قدم رسوائی، نامرادی اور بدنامی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اہلِ اسلام افغانیوں کے سامنے اس کی حقیقت، شفافیت اور حیثیت چمکتے سورج کی طرح عیاں ہوگئی ہے۔ امریکی سفیر کی جانب سے "اسلامی جمہوری افغانستان" کے لیے صدارتی کٹھ پتلی کے چُننے کے موقع پر انتخابی مجسمے کو کامیابی کا چوغہ پہنانے کے لیے نئے بھرتی شدہ ملازمین "اشرف غنی" اور "ڈاکٹر عبداللہ" کو صدر اور چیف ایگزیکٹو کی حیثیت سے متعارف کرایا ہے۔ غصب و جارحیت کی صورت میں اس طرح نمائشی امن کی اوچھی حرکتیں کوئی معنی نہیں رکھتیں۔ ظلم و ستم کی آندھیاں چلانے والے امریکا کی اس سوچ کو خام خیالی کے سوا کیا نام دیا جاسکتا ہے؟!! امریکا ایک بار پھر انتخابات یا "سیکورٹی معاہدے" جیسی جبر سے بھرپور حرکتوں سے سادہ لوح افغانوں کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہوگیا ہے۔

لیکن باشعور اور منظر وطن پر گہری نظر رکھنے والے افغانیوں کو اشرف غنی کا تقرر اور نئی انتظامیہ کی مفاد پرستانہ تشکیل کسی صورت بھی قابل قبول نہیں ہے۔ جس طرح یہ انتخابی عمل جعلی تھا اس کا نتیجہ بھی اسی طرح شرم ناک حد تک عقلِ سلیم سے بالاتر رہا ہے۔ اور یہ ایک اٹل حقیقت ہے اہلِ افغانستان نے ایسے فرمائشی چہروں کو ہمیشہ سے ہی مسترد کیا ہوا ہے۔ امریکی فریق کو ان کا معروضی حقائق کا ادراک کرنا چاہیے "ہماری سرزمین کا تعلق ہم ہی سے ہے۔ یہاں کی حکومت اور یہاں کے فیصلوں کا اختیار بھی افغانوں کو ہونا چاہیے۔ امریکی وزیر خارجہ یا سفیر کو اس بات کا کسی بھی طور اختیار نہیں ہو سکتا۔ اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ انتخابات کے نام پر پروپیگنڈہ مشن، ووٹنگ میں دھاندلی، گنتی میں ہیر پھیر، ہنگامے اور آپسی اختلافات اور لڑائیوں کی داستانیں تو عالمی میڈیا میں آچکی ہیں۔ امریکا کی واضح مداخلت سے لے کر انتخابات کے نام پر شخصیات کے سلیکشن تک... یہ سب کچھ عوام نے دیکھ لیا ہے۔ عوام نے سیاسی آداب و اخلاق سے گرے ہوئے اس ڈرامے کے اقتصادی، نفسیاتی اور دیگر منفی اثرات بھی دیکھ لیے ہیں۔ اب عوام کے سامنے جارحیت پسند دشمن کی سازش پسندانہ اصلیت بھی ظاہر ہوگئی ہے۔ وہ جان چکے ہیں کہ دراصل یہی وہ لوگ ہیں جو ہمارے دین، وطن اور قومی یکجہتی کے اصل خار کھائے بیٹھے ہیں۔

حسب سابق ہم افغانوں کو دھوکہ دینے کے لیے کیے گئے اس فیصلے کو بھی مسترد کرتے ہیں۔ ہم یہ عزم دہراتے ہیں کہ ان جارحیت پسندوں کے خلاف جہاد اس وقت تک جاری رکھیں گے جب تک ہمارے ملک سے جارحیت کا مکمل خاتمہ نہیں ہو جاتا اور افغانستان میں خالص اسلامی نظام کی حاکمیت قائم نہیں ہو جاتی۔

امریکی مزدور اور ملکی تاریخ کے سب سے بدنام چہرے کبھی بھی غیور افغان عوام کے نمائندے اور رہنما نہیں بن سکے۔ نہ ہی افغان عوام اتنے بے سمجھ ہیں کہ وہ امریکا کے اِن تراشیدہ بتوں کو اپنا لیڈر اور رہنما تسلیم کرلیں گے۔

امارت اسلامیہ ایک ذمہ دار فریق کی حیثیت سے ان جعلی انتخابات اور شرم ناک اختلافی سلسلے کو امریکا کی شرارت باور کرتی ہے۔ وہ شراکت دارانہ حکومت کے وجود کو امریکی سازشوں کا حصہ سمجھتی ہے، جس کو ناکام بنانا ہر مسلمان افغان مسلمان کا قومی و ملّی فریضہ ہے۔

امارت اسلامیہ افغانستان

۲۷/۱۱/۱۴۳۵ ھ ق

۳۱/۶/۱۳۹۳ ھ ش

2014/9/22ء

افغانستان میں امریکا کی لاحاصل جنگ

سی بی ایس

افغانستان واحد خوش نصیب ملک ہے، جس میں اب تک امریکی فوجی ہلاک ہو رہے ہیں۔ فوجی جنرل "ہارولڈ گرین" اس جنگ کی شاید آخری قربانی ہے، جو گزشتہ ہفتے صلیب کے نام پر اپنے افغان محافظ کے ہاتھوں انجام پائی ہے۔ گزشتہ ہفتے ایک افغان سیکورٹی گارڈ نے نیٹو فوجیوں پر اندھا دھند فائرنگ کی جس کے نتیجے میں دیگر افراد کے ساتھ جنرل ہارولڈ بھی ہلاک ہوا۔ اس واقعے میں جنرل ہارولڈ کے علاوہ نیٹو کے 14 فوجی اہلکار زخمی ہوئے ہیں۔

دوسری جانب اقوام متحدہ کی تازہ ترین رپورٹ کے مطابق رواں سال 2014ء کے دوران افغان شہریوں کی بلاوجہ ہلاکتوں کی تعداد میں گزشتہ سال کی نسبت دوگنا اضافہ ہوا ہے۔ افغانستان میں متعین اقوام متحدہ کے مشن کے چیف "جان کوبس" کے مطابق افغانستان میں جنگ کی نوعیت تبدیل ہوئی ہے۔ رواں برس غیر ملکی افواج کے زیادہ تر حملے شہری آبادی والے علاقوں میں ہوئے ہیں۔ جس کے باعث شہریوں کی ہلاکتوں میں اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ 2001ء سے جب امریکا نے افغانستان پر لشکر کشی کی ہے، جنگ بہ تدریج شہری آبادیوں کی طرف پھیل چکی ہے۔ اس لیے بم دھماکوں اور فضائی حملوں کے باعث شہری ہلاکتوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ محسوس کیا جا رہا ہے۔

رواں برس 25 جولائی کو امارت اسلامیہ کے سربراہ ملا محمد عمر نے عید الفطر کے موقع پر اپنے پیغام میں فرمایا: "طالبان کی عسکری قوت منظم اور مضبوط ہو چکی ہے۔" انہوں نے افغان عوام سے مطالبہ کیا ہے: " وہ طالبان سے تعاون کریں۔ " طالبان سربراہ نے پولیس اور نیشنل آرمی سے اپیل کی ہے کہ "وہ دشمن کی لائن سے نکل کر مجاہدین کی صف میں شامل ہو جائیں۔" ایک اعلیٰ افغان عہدہ دار نے نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر بتایا کہ افغانستان کا سو سالہ پرانا معاشرتی نظام اور ماحول، جس کے تحت قبائلی لوگ ملک کے مختلف علاقوں میں حکمرانی کرتے اور اپنے علاقوں کا تحفظ کرتے تھے، وہ سسٹم تباہ ہو چکا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ امریکی افواج جدید ہتھیاروں سے لیس ہو کر افغانستان میں داخل ہوئیں تھیں، لیکن ان میں گوریلا جنگ کی صلاحیت نہیں ہے۔ اس لیے اگر وہ ملک چھوڑ کر جانے لگیں تو 'اسلحے کی حکومت' قائم ہو جائے گی۔ طالبان کی حکومت ختم کرنے کے بعد امریکیوں کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ چند سال گزرنے کے بعد مغربی حکام نے اعلان کیا تھا کہ افغان جنگ میں بہ تدریج کمی آ رہی ہے۔ لیکن ساتھ ہی طالبان نے آہستہ آہستہ دوبارہ اپنی کارروائیوں میں تیزی لاتے ہوئے جنوبی علاقوں میں تنظیمی ڈھانچے کو منظم کرنا شروع کر دیا ہے۔

طالبان رہنما اور مقامی کمانڈر کہتے ہیں: قابض افواج کے انخلا کے بعد وہ تمام معاملات نئے سرے سے شروع کریں گے۔ صوبہ ہلمند میں طالبان کے کمانڈر "مولوی سلام صاحب" کہتے ہیں: " افغانستان سے امریکا اور نیٹو افواج کا انخلا ہمارے مقاصد کی تکمیل کے لیے اچھا موقع فراہم کرتا ہے۔ اس میں ہمارا فائدہ یہ ہے ہم اپنی طاقت کو دوبارہ منظم اور مضبوط کر سکیں گے۔ ان کا کہنا تھا اگرچہ نیشنل آرمی کے جوان ہمارے خلاف لڑتے ہیں، لیکن ان کی حربی مہارت اور عسکری صلاحیت کم ہے۔ وہ طالبان کا سامنا کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ ایک اور طالبان راہنما نے کہا ہے: اَب وہ خواب سچ ثابت ہو رہا ہے کہ افغانستان میں ایک بار پھر طالبان کی حکومت قائم ہو جائے گی۔ مبصرین خیال ظاہر کر رہے ہیں" :صدارتی انتخابات کے بعد سیاسی بحران سے طالبان فائدہ اٹھا کر پیش رفت کرنے کے لیے مواقع حاصل کر رہے ہیں۔ مبصرین کے مطابق غیر ملکی افواج کی انخلا کے بعد ممکن ہے افغان فورسز طالبان کا مقابلہ کرنے کے بجائے ہتھیار ڈال دیں گی۔

★★★

مولوی دستگیر صاحب :

عبدالرؤف حکمت

حیات و شہادت

اِک ستارہ تھا میں، کہکشاں ہو گیا!

افغانستان کے شمال مغرب میں واقع صوبہ بادغیس امریکی جارحیت کے خلاف جہاد کا ایک گرم محاذ رہا ہے۔ اس صوبے میں اگرچہ امریکا کے خلاف جہادی تحریک کے آغاز میں بہت سی مشکلات تھیں۔ جس میں خطے میں امریکی حمایت یافتہ مسلح جنگجوؤں کی حکومت، دشمن کا دباؤ، اسلحہ اور جہادی وسائل کی کمی سمیت ملک کے جنوب میں گرم جہادی محاذوں سے دوری اور مجاہدین کی محاصرانہ کیفیت قابل ذکر ہے۔ مگر ان تمام رکاوٹوں اور مشکلات کے باوجود اس خطے کے غیور عوام اور ایثار صفت مجاہدین نے استعمار سے ٹکرانے کا عزم کر لیا تھا۔

بادغیس گزشتہ تیرہ سالوں میں پورے ملک کی سطح پر ایک نمایاں اور جارحیت پر کاری ضرب کرنے والا محاذ رہا ہے۔ جس میں دشمن کو بار بار سخت نقصانات اٹھانا پڑے۔ باوجود اس کے کہ بادغیس کے جہادی امتیازیات میں تمام مجاہدین اور مجاہد عوام کا حصہ ہے، جنہوں نے گزشتہ دس سالوں میں بے شمار قربانیاں دی ہیں۔ مگر ایک شخصیت ایسی ہے جو اس جہادی تحریک کی محرک اور موجد سمجھی جاتی ہے۔ جسے بادغیس کے عوام آج تک احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ وہ مولوی دستگیر شہید رحمہ اللہ ہیں۔ انہوں نے اپنی جرأت، ایمان داری، اخلاص اور قربانی سے بادغیس میں نہ صرف علی الاعلان جہاد کی بنیاد رکھی، بلکہ جہاد کا پیغام اس صوبے کے ایک ایک کونے تک پہنچایا۔ عوام کو جہاد کی ہمہ پہلو حمایت پر تیار کیا۔ آج یہاں اس نامور مجاہد کے حالات زندگی کو تازہ کیا جاتا ہے۔

مولوی دستگیر رحمہ اللہ!

مولوی دستگیر... حاجی اصل خان کے بیٹے اور حاجی فیض محمد کے پوتے تھے۔ نورزئی قبیلے سے تعلق تھا۔ 1397ھ ق کو بادغیس ضلع "بالا مرغاب" کے گاؤں "چلونک" میں ایک دین دار خاندان میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے بچپن ہی میں ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ اس کے بعد بالامرغاب کے علاقے "جہاندی ستی" میں مولوی وزیر محمد صاحب نامی علاقے کے ایک معروف عالم سے دینی تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں انہوں نے بادغیس کے مختلف علاقوں سمیت ہرات، فراہ، قندہار اور ہلمند کے مختلف علاقوں کے دینی مدارس میں اپنا تعلیمی سلسلہ جاری رکھا۔ امارت اسلامیہ کے دور اقتدار میں اپنی تعلیم جاری رکھنے کے ساتھ ساتھ بہت عرصے تک ہرات کے شہر "چہار راہی مستوفیت" کے قریب ایک مدرسے کے ناظم بھی رہے۔ 1427ھ ق میں پاکستان کے صوبے بلوچستان کے مرکزی میں شہر کوئٹہ کے مشہور مدرسے "دارالعلوم شالدرہ" سے دینی علوم سے سند فراغت حاصل کی۔ اسی علاقے کے مشہور عالم اور شیخ الحدیث مولوی عبدالواحد صاحب سے احادیث کی اجازت حاصل کی۔

حق سے جو وعدہ کیا تھا وہ وفا ہو تا رہا!

مولوی دستگیر نوجوانی ہی سے جہادی جذبہ رکھتے تھے۔ ان کے قریبی ساتھی مولوی حیات اللہ اکبر کہتے ہیں: "امریکی جارحیت کے ابتدائی سالوں میں جب مولوی دستگیر صاحب ہلمند میں درس دے رہے تھے، وہ اسی دور سے جہادی کارروائیوں میں شرکت کرنے لگے تھے۔ انہوں نے اپنی جہادی زندگی کا آغاز ہلمند اور قندہار سے کیا۔ بادغیس میں باوجود اس کے کہ جہادی زندگی کا آغاز پہلے سے ہو چکا تھا اور دشمن پر جگہ جگہ حملے جاری تھے۔ مگر اس صوبے میں مولوی صاحب کی آمد سے قبل جہادی کام بہت کم اور خفیہ طریقے سے ہو رہا تھا۔

مجاہدین اسلحے، اہم وسائل اور تنظیمی تشکیلات کی کمی کا شکار تھے۔ جب 2007ء میں مولوی دستگیر صاحب دینی علوم سے فارغ ہوئے اور اپنے علاقے میں جہادی کارروائی شروع کی تو انہوں نے اپنی کوششوں سے ایک مکمل جہادی انقلاب برپا کر دیا۔ ان کے ایک ساتھی بادغیس کے ضلع "مقر" کے رہائشی

مولوی عبد القدوس واقعہ سناتے ہیں: مولوی دستگیر صاحب نے اپنے کام کا آغاز ابتدائی کوششوں سے کیا۔ پہلی بار وہ جہادی اقدام کرنے لگے تو نہتے تھے۔ اسلحہ پاس نہیں تھا۔ ان کے ہمراہ ہمارے کچھ اور ساتھی بھی تھے۔ پہلے اسلحہ ڈھونڈنے کے لیے بالا مرغاب کے گاؤں "پنیرک" میں ایک سابق جہادی کمانڈر "ملا گلاب الدین" کے پاس گئے اور ان سے اسلحہ کا تعاون چاہا۔ اللہ انہیں جزائے خیر دے، انہوں نے دو کلاشنکوف کہیں سے ڈھونڈ کر دیے۔ پھر اسی علاقے کے "غورتو" کے علاقے میں مولوی باز محمد نے ایک راکٹ لانچر دیا۔ اس طرح ہمارے کچھ اور ساتھی بھی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہمارے ساتھ مل گئے۔ انہوں نے اس تین عدد اسلحے سے جہادی تحریک کا آغاز کیا۔ ایک وقت جب ہماری تعداد 12 تھی، تو پہلی بار ہم نے دشمن کی ایک این جی او کے اہل کاروں پر حملہ کیا۔ دوسری رات انہوں نے ضلع بالا مرغاب کے ضلعی ہیڈ کوارٹر پر حملہ کیا۔ پھر مختلف پوسٹوں پر حملے شروع کر دیے۔ پہلے ہم صرف رات کو کام کرتے تھے۔ مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہمیں مال غنیمت بھی ہاتھ آتا گیا۔ ہمارے ساتھی بھی بڑھ گئے اور اسلحہ بھی کافی مل گیا۔ بالا مرغاب کے قریب ایک پہاڑی علاقے "حوض کبود" میں ہم نے مرکز قائم کیا۔ جب بادغیس میں ہمارے اس مضبوط جہادی مرکز کی شہرت دور دور تک پھیل گئی تو مختلف اضلاع سے لوگ ہم سے رابطہ کرنے لگے۔ اس طرح مجاہدین کی تعداد روز بروز بڑھنے لگی۔ ہم نے اپنی اعلانیہ کارروائیاں مقر، درہ بوم اور دیگر علاقوں تک بھی پھیلا دیں اور بہت سے وسیع علاقے فتح کر لیے۔

مولوی حیات اللہ نے مزید کہا: ابتدا میں بادغیس کے مجاہدین کی قیادت مولوی عبدالرحمن کے ذمہ تھی۔ مولوی دستگیر صاحب ان کے عسکری ذمہ دار رہے۔ ان کے آنے کے ساتھ پورے بادغیس میں اعلانیہ جہاد شروع ہو گیا۔ مثلاً انہوں نے کم عرصے میں بالا مرغاب کے علاقے "سالوچار" کی ایک پوسٹ پر حملہ کیا۔ اس کے بعد بالا مرغاب اور ضلع مقر کے ضلعی ہیڈ کوارٹرز اور بالا مرغاب کے علاقے "اچکزو" میں دشمن کے کانوائے پر حملہ کیا۔ ان کارروائیوں نے دشمن کو ایک شدید ردعمل پر بھڑکایا۔ ہرات اور بادغیس کے مراکز سے ایک بڑا کانوائے بالا مرغاب پہنچا۔ مجاہدین نے یہیں پر دشمن کے خلاف دفاعی لائن بنالی اور مولوی دستگیر صاحب کی قیادت میں "جوئی کار دتنگ" کے علاقے میں اس کانوائے سے لڑائی کی۔ دشمن شکست کھا گیا اور پھر سے ضلعی مرکز کی جانب پسپا ہو گیا۔ اس کا پہلا سا رعب اور دبدبہ ختم ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی عوام میں جہادی جذبہ اٹھنے لگا اور جہاد مکمل طور پر اعلانیہ ہونے لگا۔ مولوی حیات اللہ کہتے ہیں: مولوی دستگیر صاحب نے گنتی کے چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر تب جہادی کام شروع کیا، جب ان کے پاس اسلحہ بھی نہیں تھا۔ مگر جب ان کی شہادت کے بعد مجاہدین کی گنتی کی گئی تو صرف ان کی کمان میں لڑنے والے مسلح اور فی الوقت فعال مجاہدین کی تعداد 3ہزار تھی۔

گولیاں چلتی رہیں اور فرض ادا ہوتا رہا!

اعلانیہ جہاد کے بعد بادغیس کے صوبہ بھر میں مولوی دستگیر صاحب کی عسکری قیادت میں جہادی کارروائیاں ہونے لگیں۔ صرف 2007 میں دشمن پر 52 انتہائی مہلک حملے کیے۔ اسی طرح 2008 کی جہادی کارروائیاں اس سے بھی زیادہ ہیں۔ ذیل میں ہم مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر ان جہادی کارروائیوں کی جانب اشارہ کریں گے۔ جو مولوی دستگیر صاحب کی قیادت میں ہوئیں۔ "جوی کار" کے علاقے میں جنگ کے بعد مرغاب کے علاقے "بوکن" میں داخلی اور خارجی فوجیوں کے "غورماچ" کی طرف جانے والے کانوائے پر مجاہدین نے حملہ کر دیا۔ جس کے نتیجے میں دشمن اپنی 18 لاشیں میدان میں چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ مجاہدین نے 5 رینجر گاڑیاں قبضے میں لے لیں۔ جارحیت پسندوں کا ایک ٹینک اور دو رینجر گاڑیاں بھی غنیمت میں پکڑ لیں، جن کو دشمن بھاگتے بھاگتے چھوڑ گیا تھا۔ لیکن اس پر امریکیوں نے بمباری کر دی۔ مجاہدین نے کئی داخلی فوجیوں کو زندہ گرفتار کر کے ان کا اسلحہ غنیمت میں پکڑ لیا۔ اس جنگ میں جتنے فوجی زندہ رہ گئے، امریکیوں نے انہیں ہیلی کاپٹروں کے ذریعے اٹھا لیا۔ لیکن اس جنگ میں دشمن کی بمباری میں 7 مجاہدین شہید ہو گئے۔

بالا مرغاب کے علاقے "منگان" میں دشمن اپنی چیک پوسٹیں قائم کرنا چاہتا تھا۔ مولوی صاحب کی قیادت میں مجاہدین نے ان پر حملہ کر دیا۔ جس کے نتیجے میں دشمن کو بھاری جانی نقصان سے دوچار کرنے کے علاوہ 2 رینجر گاڑیاں اور دیگر مال غنیمت بھی مجاہدین کے ہاتھ آ گیا۔ دشمن کے فوجی، علاقے سے بھاگ گئے اور ان کا پروگرام مکمل طور پر ناکام ہو گیا۔ بالا مرغاب کے مرکز کے آس پاس دشمن محاصرے کی حالت میں تھا۔ ایک بار انہوں نے آپریشن کرنا چاہا اور اسی مقصد کی خاطر ضلعی ہیڈ کوارٹر سے نکل کھڑے

ہوئے۔ مگر مجاہدین نے ان کے خلاف مزاحمت جاری رکھی۔ یہ جنگ ایک ہفتہ تک جاری رہی، جس کے آخر میں دشمن بالکل تھک ہار چکا تھا۔ وہ شکست کھا کر پسپا ہوگیا۔ مولوی دستگیر صاحب قندہار میں بھی دشمن کے ہاتھوں ایک مرتبہ گرفتار ہوچکے تھے اور مختصر سے عرصے کے لیے جیل میں رہ چکے تھے۔ وہ 2008ء کے اوائل میں ہرات میں پھر دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہوگئے اور کابل کے پل چرخی جیل منتقل کیے گئے۔ یہاں 7 ماہ تک جیل میں رہے۔ چوں کہ بادغیس کے عوام میں اللہ تعالی نے انہیں خاص مقبولیت اور محبوبیت عطا کی تھی۔ اس لیے بادغیس کے علماء اور قومی رہنماؤں نے ان کی رہائی کے لیے خصوصی کوششیں کیں۔ یہاں تک کہ 70 افراد کا ایک بڑا وفد کابل گیا اور بڑی شدت سے حکومت سے مولوی صاحب کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ چونکہ بادغیس کے سارے عوام ان کی رہائی کے لیے ان کی پشت پر کھڑے تھے، اس لیے حکومت نے مجبوراً انہیں جیل سے رہا کردیا۔ جب رہائی کے بعد مولوی صاحب اپنے علاقے میں لوٹے تو عام لوگوں اور مجاہدین نے ان کا شاندار استقبال کیا۔ عینی شاہدین کے مطابق ان کی رہائی اور استقبال کا منظر ایک بڑے عوامی جشن کا تھا۔ عام لوگوں نے شکرانے کے نوافل ادا کیے اور صدقات دیے۔

مولوی صاحب نے ایک مخلص مجاہد کی حیثیت سے ان کے دلوں میں اپنے لیے مقام بنایا تھا۔ علاقے کے لوگوں اور مجاہدین کے مطالبے پر امارت اسلامیہ کی جانب سے انہیں بادغیس کا عمومی جہادی ذمہ دار اور گورنر متعین کیا گیا۔ انہوں نے امارت اسلامیہ کے طریقے کے مطابق مختلف اضلاع کی عسکری اور عوامی تشکیلات، کمیشنز، عدالتی نظام اور دیگر اداروں کو پھر سے منظم کرنا شروع کیا۔ اس طرح بادغیس میں ایک منظم جہادی انتظامیہ سامنے آگئی۔ ضلع مقر کے رہائشی صدیق اللہ کہتے ہیں: اس وقت دشمن چاہتا تھا ضلع مقر کے علاقے "سنجیتک" میں... جو بادغیس کے مرکز قلعہ نو کے 10 کلومیٹر میں واقع ہے... وہاں اپنی پوسٹیں اور مورچے بنائیں۔ دشمن کی حرکت مجاہدین کے لیے قابلِ قبول نہیں تھی۔ اس وقت دشمن نے اپنی ملیشیا کے سابق اہل کاروں اور حکومت کے حامی عام لوگوں سے مل کر مجاہدین کے خلاف یورش کرڈالی۔ نہ صرف یہ کہ علاقائی مجاہدین پر حملہ کیا، بلکہ مجاہدین اور ان کے حامیوں کے مال مویشی بھی لُوٹ کرلے گئے۔ گھروں کو آگ لگادی اور مجاہدین اور عام لوگوں کو ہجرت کرجانے پر مجبور کردیا۔ اس حملے میں حکومتی ملیشیا کے ہاتھوں 20 عام مسلمان شہید ہوگئے اور بے انتہا مالی نقصان بھی اُٹھانا پڑا۔ اس وقت مولوی صاحب بالامرغاب میں تھے۔ انہوں نے دفاع کے لیے مجاہدین کو اس علاقے کی جانب بھیج دیا اور دشمن کی ملیشیا کے خلاف جنگ شروع کردی۔ یہ جنگ ایک ہفتے تک جاری رہی جس کے نتیجے میں حکومتی ملیشیا کے سربراہ "عثمان بیگ" سمیت بہت سے ڈاکو ہلاک ہوئے۔ حکومتی ملیشیا نے ایسی شکست کھائی کہ کبھی واپس یہاں کا رخ نہیں کیا۔ ڈاکو راج ختم ہونے پر علاقے کے بے گھر ہونے والے لوگ پھر سے اپنے مکانوں میں لوٹ آئے۔ اس واقعے میں مولوی دستگیر صاحب عام لوگوں کے حامی اور معاون کی حیثیت سے نمایاں ہوکر ابھرے اور لوگوں کو دشمن سے نجات دلائی۔ علاقے میں مجاہدین کے حق میں عوامی اخلاص اور بھی بڑھ گیا۔

مولوی دستگیر صاحب کے جہادی کارنامے بہت زیادہ ہیں مگر وہ کارنامہ بہت حیرت انگیز رہا ہے، جو 27 نومبر 2008ء کو ضلع بالامرغاب میں پیش آیا۔ مولوی حیات اللہ کہتے ہیں: ہرات سے دشمن کا ایک بڑا کانوائے بادغیس مرکز پہنچ گیا۔ جس میں 100 فوجی گاڑیاں شامل تھیں۔ وہ آپریشن کی نیت سے بالامرغاب کی جانب بڑھنے لگا۔ مجاہدین نے اس کانوائے کو توڑنے کے لیے پوری تیاری کررکھی تھی۔ یہ کانوائے "منگان" پہنچا تو وہیں اس پر حملہ ہوگیا۔ آگے بڑھنے کے بعد "اکازو" کے علاقے "جوی نو" میں مجاہدین نے سڑک کے دونوں جانب مورچہ بندی کررکھی تھی۔ جب یہ کانوائے مجاہدین کی پہنچ میں آئے تو مجاہدین نے ان پر حملہ کردیا۔ یہ لڑائی دوپہر کو شروع ہوئی اور عصر تک جاری رہی۔ اس میں دشمن کی درجنوں گاڑیوں میں سے 21 رینجر گاڑیاں اور 6 رسد فراہمی کی گاڑیاں صحیح سالم حالت میں مجاہدین کے ہاتھ لگیں۔ اس آپریشن میں 45 فوجی ہلاک اور 20 سے زیادہ زندہ گرفتار کیے گئے۔ اس جنگ میں مجاہدین نے اتنا اسلحہ اور اہم وسائل مالِ غنیمت میں حاصل کیے کہ آئندہ 2 سالوں تک مجاہدین اسے استعمال کرتے رہے۔ اس آپریشن میں مجاہدین کو درجنوں کی تعداد میں ہلکا اسلحہ ہاوان، دہشکے، ثقیل مشین گن، 62 مشین گن اور دیگر طرح طرح کا اسلحہ مال غنیمت میں ملا۔

ان کارروائیوں نے نہ صرف عالمی میڈیا میں بھرپور کوریج حاصل کی، بلکہ کابل حکومت کی بھی سخت مخالفت اور ان پر اعتراضات ہونے لگے۔ ذرائع ابلاغ نے لکھا: "یہ گزشتہ چند سالوں میں حکومت کو پہنچنے والا سب سے بڑا نقصان ہے۔" اس کارروائی کے بعد عالمی میڈیا میں مولوی دستگیر صاحب

کا نام بہت مشہور ہوا۔ اس لیے خارجی اور داخلی دشمن مولوی صاحب کو شہید کرنے کی منصوبہ بندی کرنے لگے۔ مولوی حیات اللہ کہتے ہیں: "اس کارروائی کے بعد کرزئی حکومت کے انٹیلی جنس سیکرٹری ڈاکٹر عبد اللہ لغمانی نے مولوی صاحب کو فون کیا اور باقاعدہ موت کی دھمکی دی۔ مولوی صاحب نے کہا: "تم سے جو ہوسکے کرلو۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں جو موت سے ڈرتے ہیں۔"

شہادت ہے مطلوب ومقصودِ مؤمن!

دشمن کی جانب سے مولوی صاحب کی سخت نگرانی کی جارہی تھی ۔16 فروری 2009ء بمطابق 21 صفر المظفر 1430ھ کو وہ دشمن کی بمباری میں شہید ہوگئے۔ مولوی حیات اللہ اکبری کہتے ہیں: "مولوی صاحب عام لوگوں کے مسائل اور شکایات سننے، درخواستیں وصول کرنے اور ضروری امور نمٹانے کے بعد شام کو ہمارے گھر آئے۔ کچھ دیگر مجاہدین کے ساتھ مہمان خانے میں رہے۔ اس رات کو طیاروں کی گردش بہت زیادہ تھی۔ چوں کہ مولوی صاحب تھکے ہوئے تھے۔ اس لیے عشاء کی نماز کے فوراً بعد سو گئے ۔ میں بھی گھر چلا گیا۔ رات کو ساڑھے دس بجے کا وقت تھا، جب اچانک بھاری اور دھماکوں کی آواز سنائی دی۔ باہر نکل کر دیکھا تو معلوم ہوا امریکی طیارے مہمان خانے پر تین بڑے بم گرا کر جاچکے تھے۔ جن میں سے ایک مہمان خانے کے کمرے پر اور دو کچھ فاصلے پر گرے تھے۔ اس بمباری میں صرف ایک آدمی زخمی حالت میں زندہ بچ گیا تھا۔ جب کہ مولوی صاحب سمیت 7 افراد شہید ہوگئے تھے۔ شہداء میں بادغیس کے ایک معروف مجاہد "باز محمد" بھی شامل تھے۔ مولوی دستگیر صاحب کے سینے پر امریکی بم کے پرزے لگ گئے تھے۔ ان کے جنازے میں کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ جس کے بعد انہیں اپنے آبائی قبرستان میں دفن کیا گیا۔ ان کے پسماندگان میں صرف ایک بیٹا ہے، جس کی عمر ان کی شہادت کے وقت 8 سال تھی۔

تمہاری یادیں بسی ہیں دل میں!

مولوی دستگیر صاحب ایک مخلص اور بہادر مجاہد ہونے کے ساتھ ساتھ علاقے کی سطح پر مجاہدین کے درمیان ایک محبوب رہنما کی حیثیت سے رہے۔ یہی ان کی کامیابی کا بڑا راز تھا۔ ملا یار محمد اخند اُن کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے۔ وہ کہتے ہیں: "مولوی دستگیر صاحب کو بادغیس میں اللہ تعالی نے عوام میں بہت زیادہ مقبولیت اور محبوبیت عطا کی تھی۔ ان سے عام لوگوں کی محبت کی وجہ یہ تھی وہ ہر طرح کے تعصبات سے پاک تھے۔ قوم پرستی، گروہ بندی اور دیگر حد بندیوں سے بالاتر تھے۔ ہر کسی سے شریعت کے مطابق سلوک کرتے۔ اپنے جہادی مشن کے بہت زیادہ وفادار تھے۔ ہمیشہ اپنے عوام کے درمیان رہنا پسند کرتے۔ ہمیشہ ان سے رابطے میں رہتے۔ خود کو عام لوگوں سے بڑا نہ سمجھتے۔ اسی قریبی تعلق کی بنا پر عوام کا ان پر اعتماد بہت پختہ تھا۔ جیل سے رہائی کے بعد بادغیس کے عوام میں خوشی کا وہ سماں بندھا جیسے گھر کے اپنے کسی فرد نے رہائی پائی ہو۔ مولوی حیات اللہ نے مزید بتایا: میں نے ان دنوں ایک عام آدمی کو یہ کہتے سنا: "میں نے اپنے مرحوم رشتہ داروں کے لیے اتنے صدقے خیرات نہیں کیے جتنے مولوی صاحب کی رہائی کے لیے کیے ہیں۔" اکبری صاحب مزید بتاتے ہیں: "جب مولوی دستگیر صاحب قید میں تھے، تو میں اور مولوی اسماعیل صاحب ایک صحرا کی جانب نکلے، جہاں مال مویشی چرانے والے لوگ رہتے ہیں۔ وہاں ایک کھلی مسجد کے قریب ایک ایک جھونپڑی تھی۔ ہم اس کے پاس بیٹھ کر عام لوگوں سے باتیں کرنے لگے۔ اتنے میں ایک بڑھیا نے پوچھا: "مولوی دستگیر کو جیل سے رہائی نہیں ملی؟" ہم نے کہا: "نہیں، اب تک رہا نہیں ہوئے۔" یہ سنتے ہی وہ بڑھیا سسکیاں بھرنے لگی اور مولوی صاحب کی رہائی کے لیے سجدہ ریز ہوگئی۔ ہم اس کی آواز سن رہے تھے وہ اتنی عاجزی سے دعائیں مانگ رہی تھیں کہ ہمیں بھی رونا آگیا۔

مولوی حیات اللہ صاحب کہتے ہیں: "مولوی دستگیر کا جہادی خاندان تھا۔ ان کے والد صاحب روس کے خلاف جہاد کرتے رہے۔ ان کا انتقال بہت پہلے ہوچکا تھا۔ صرف ایک والدہ زندہ تھیں۔ مولوی صاحب کی والدہ انتہائی دین دار اور غیور خاتون تھیں۔ انہوں نے اپنے یتیم بچوں کی جہادی فکر کے ساتھ پرورش کی تھی۔ مولوی دستگیر صاحب کی شہادت کے بعد ان کے ایک اور بھائی بھی جہاد میں شہید ہوگئے۔ جب ہم تعزیت کے لیے ان کے گھر گئے، تو ان کی اماں جان ہمارے پاس آئیں اور بولیں: "میرے دو بیٹے شہید ہوگئے ہیں۔ مگر اب تک میں نے ان پر ایک آنسو بھی نہیں بہایا۔" اس دوران مولوی دستگیر صاحب کا کم سن بیٹا بھی آگیا۔ دادی نے اپنے پوتے کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا: "میں اپنے بچوں اور پوتوں کو جہاد کا نظریہ دے کے جوان کرتی ہوں۔ میں انہیں جہاد کا جذبہ دے کر پالتی ہوں۔ میں نے انہیں جہاد کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ اگر یہ سب شہید ہوجائیں تو میں خود لڑنے کے لیے نکل آؤں گی۔ ان کے دیگر ساتھی اور وہ مجاہدین جنہوں نے مولوی صاحب کے ساتھ وقت گزارا تھا، اس بات پر متفق ہیں کہ وہ ایک مخلص مجاہد اور بااثر رہنما تھے۔ جنہوں نے اپنا جہادی کردار بہت اچھے طریقے سے نبھایا۔

خدا رحمت کند ایں پاک طینت را

★★★

فلسطین کا قضیہ

شہید زوی

غزہ کے بہادر مسلمانوں کی تاریخی مزاحمت اور حماس کی بڑی قربانیوں کی بہ دولت بالآخر صہیونی حکومت نے گھٹنے ٹیک دیے۔ بہ زبان حال اپنی شکست کا اعتراف کیا اور 51 روز تک جاری رہنے والی طویل وحشیانہ جارحیت میں بغیر کسی کامیابی کے شرم ناک شکست کے ساتھ پسپا ہو گیا۔ مصر کی ثالثی میں حماس اور اسرائیل کے درمیان 26 اگست کو فائر بندی کا معاہدہ ہوا۔ غزہ پر اسرائیل کی جانب سے 7 ہفتوں سے جاری وحشیانہ فضائی، زمینی حملوں اور حماس کے راکٹ حملوں کا سلسلہ تھم گیا۔ رملہ میں فلسطینی صدر محمود عباس نے ٹی وی پر اس معاہدے کا باقاعدہ اعلان کیا اور اس معاہدے میں فلسطینی قیادت کی شرائط کے تسلیم ہونے پر مبارک باد دی۔ محمود عباس کے اس اعلان کے بعد فریقین نے یہ تسلیم کر لیا ان کے درمیان فائر بندی کے معاہدے پر دستخط کر دیے جائیں۔

اسرائیل اس خجالت کے باعث جنگ بندی کو تیار تھا اور چاہتا تھا کوئی اسے باعزت طور واپس جانے کا راستہ لے کر دے۔ مصر اس خدمت کے لیے مکمل خلوص کے ساتھ تیار ہو گیا اور فائر بندی کے نام سے اسرائیل کو تھکا دینے والی اعصاب شکن جنگ سے نجات دلا دی۔ ہمیں یہ بات مان لینی چاہیے کہ اسرائیل اور حماس کی عسکری قوت کا کبھی موازنہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے اس جنگ کو فائر بندی سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ چونکہ اسرائیل وسائل کے لحاظ سے حماس کی کمزوری کے باوجود شکست کھا گیا اور حماس کے ساتھ مذاکرات پر راضی ہو گیا، اس لیے اسرائیل کی وحشت رک گئی، جسے فائر بندی کا نام دیا گیا۔ مگر حیرت کی بات تو یہ ہے اسلامی ممالک سمیت ساری دنیا کے ذرائع ابلاغ نے اسرائیلی وحشت کے وقتی تعطل کو فائر بندی سے تعبیر کیا۔ حالانکہ فائر بندی برابر کی دو قوتوں کے درمیان ہوتی ہے۔ ظالم اور جابر قوت اگر کچھ عرصے کے لیے کمزوروں کے خلاف اپنی وحشت روک دے، تو اسے کبھی بھی فائر بندی نہیں کہا جا سکتا۔ ایسی جنگ بندی کسی خاص منصوبے اور مخصوص ہدف کے لیے کی جاتی ہے اور وہ جنگ ہی کا حصہ ہوتی ہے۔ اسی لیے اس کا اعلان اسرائیل کی جانب سے ہوا تھا۔ جب کبھی اس کی مرضی ہوتی ہے، خود ہی اسے توڑ دیتا ہے۔ جب یکم اگست کو پہلی بار فائر بندی کا اعلان کیا گیا، تو محض تین گھنٹے ہی گزرے تھے اسرائیلوں نے پھر مظلوم فلسطینیوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ چند ہی گھنٹوں میں 120 سے زیادہ مسلمانوں کو شہید کر دیا۔

8 جون سے غزہ پر صہیونی حکومت کی جانب سے حالیہ فائر بندی تک 570 بچوں اور تقریبا 300 خواتین سمیت 2000 مرد شہید اور 11000 زخمی ہوئے۔ اقوام متحدہ کے مطابق ان شہید ہونے والوں میں 80 فیصد عام لوگ ہیں۔ یہ تعداد شہید ہونے والوں کی واقعتا بڑی تعداد ہے، جس سے اسرائیل کو طبعی طور پر خوشی ہو گی۔ مگر غزہ میں اس قدر وحشیانہ قتل عام اور رسوائی کے باوجود وہ کوئی کامیابی حاصل نہ کر سکا اور حماس کی بہت ساری شرائط تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا۔ اس لحاظ سے یہ مسلمانوں کی بہت بڑی فتح سمجھی گئی ہے اور فلسطین کے دیگر شہروں میں مسلمان سڑکوں پر نکل آئے اور فتح کا جشن منایا۔

عالمی ذرائع ابلاغ نے اس حوالے سے اپنی رپورٹس میں کہا ہے: "اسرائیل کے سیاسی حلقوں اور ذرائع ابلاغ نے بھی اس معاہدے کو اسرائیل کی شکست اور نیتن یاہو حکومت کی ناکامی قرار دیا ہے۔ اس لیے متعصب اسرائیلی گروپ، میڈیا اور حماس کے راکٹ حملوں سے غزہ کی سرحد پر واقع یہودی بستیوں کے بے گھر ہونے والے افراد نے وزیر اعظم نیتن یاہو پر سخت تنقید کی ہے۔ اللہ کی شان دیکھیے! اس بار جب غزہ کے مسلمانوں کے لیے روئے زمین پر کوئی ہمدرد اور غمخوار نہ تھا۔ لیکن ان کا آسمانی تعاون پر یقین پختہ تھا۔ ان کے عزائم فولادی اور حوصلے بلند تھے۔ اللہ تعالی نے بھی انہیں بڑی فتح سے نوازا۔ غزہ کے سارے شہری یہ کہتے تھے: "اگر غزہ کے سارے عوام شہید ہوتے ہیں تو ہو جائیں، مگر جب تک ان کے مطالبات نہ مان لیے جائیں،

وہ فائر بندی پر راضی نہیں ہوں گے۔" جنگ کے دوران سماجی رہنماوں کی جانب سے ایک اعلامیہ جاری کیا گیا جس میں لکھا تھا: "ہم غزہ کے اساتذہ، سماجی رہنما اور فعال لوگ غزہ میں انسانی قتل عام کے گواہ ہیں اور اس وقت تک فائر بندی پر تیار نہ ہوں گے، جب تک غزہ کے 18 لاکھ شہریوں کو قانونی آزادی نہ دی جائے۔ گذشتہ 68 سالوں اور خصوصا گذشتہ 7 سالوں سے غصب شدہ انسانی حقوق انہیں واپس نہ دلائے جائیں، اس وقت تک ہمیں فائر بندی قبول نہ ہو گی۔" اسی مطالبے کو سامنے رکھتے ہوئے جب 18 تاریخ کو مصر کی ثالثی میں حماس اور اسرائیل کے درمیان وقتی فائر بندی کی خبر سامنے آئی، تو 10 سال کی طویل فائر بندی کے لیے حماس نے 10 شرائط پیش کی تھیں۔ حماس کا مطالبہ تھا: "فوری طور پر غزہ کی سرحدوں سے اسرائیلی ٹینک ہٹالیے جائیں اور غزہ کو اسرائیلی فوج سے خالی کرایا جائے۔ غزہ کا محاصرہ ختم کیا جائے۔ اسرائیلی جیلوں میں قید فلسطینیوں کو رہا کیا جائے۔ غزہ میں اقوام متحدہ کی نگرانی میں بین الاقوامی ایئر پورٹ اور بندرگاہ تعمیر کرنے کی اجازت دی جائے۔ فلسطینی ماہی گیروں کو فلسطین کی حدود میں 10 کلو میٹر تک سمندر میں ماہی گیری کی اجازت دی جائے۔ مصر سے ملحق رفح بارڈر اور اسرائیل کی تمام سرحدوں پر اقوام متحدہ کی فوج تعنیات کی جائے۔ مسجد اقصی میں بلا استثناء تمام مسلمانوں کو عبادت کرنے کی اجازت دی جائے۔ غزہ میں صنعتی پارک بنایا جائے گا۔ غزہ کی تعمیر نو میں اسرائیل رکاوٹ نہیں بنے گا۔ غزہ کے لیے تعمیراتی مواد کے انتقال پر پابندی نہیں ہو گی اور غزہ کی داخلی سیاست میں اسرائیل کو مداخلت کی اجازت نہ ہو گی۔"

صہیونی حکومت نے دو چار کے علاوہ تمام شرائط مسترد کر دی تھیں، مگر اب ہونے والے معاہدے میں اکثر شرائط تسلیم کر لی گئی ہیں۔ ایئر پورٹ اور بندرگاہ کی تعمیر کے حوالے سے اگلے ماہ بات کی جائے گی۔ اسی لیے تو اسرائیلی میڈیا اور تجزیہ کار کہتے ہیں: "51 روزہ جنگ میں بڑے بڑے مالی نقصانات کے باوجود حماس کا اپنی شرائط پر مضبوطی سے کھڑا رہنا اور اسرائیل کا انہیں تسلیم کرنے پر مجبور ہونا، حماس کی بڑی فتح ہے۔ حماس کی جانب سے اسرائیل پر کم از کم 4 ہزار گولے فائر کیے گئے، جن کی وجہ سے بہت سے یہودی اپنے گھر چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ اسرائیل نے حماس کی شرائط خود تسلیم کیں تو یہ اسرائیل کی جانب سے اپنی شکست اور ناکامی کا واضح اعتراف ہے۔ اسرائیل کے سرکاری ٹی وی چینل کے معروف تجزیہ کار اور صحافی "رونی دانیال" نے فائر بندی کے وقت حماس کی جانب سے اپنی شرائط پر اصرار کرنے پر تعجب کا اظہار کیا اور کہا: "مشرق وسطی کی سب سے طاقت ور فوج کے مقابلے میں 50 دن تک لڑنے کے بعد اپنی شرائط پر حماس کا ڈٹ جانا یہ ثابت کرتا ہے حماس پورے مشرق وسطی کا سب سے بڑا مسلح گروپ ہے۔" اس نے غزہ کے قریب رہنے والے یہودیوں کے اپنے گھروں سے بے گھر ہو جانے پر گہرے دکھ اور افسوس کا اظہار کیا اور کہا: "بد قسمتی سے اس بار حماس اس بات میں کامیاب ہو گئی ہے، یہودیوں کو اپنے گھروں سے بے گھر ہونے، اچانک موت اور خطرات سے بھرپور زندگی کا نمونہ دکھایا جائے۔"

اسرائیل نے اپنے 67 فوجیوں کی ہلاکت کا اعتراف کیا، مگر حماس کا کہنا ہے کہ انہوں نے 150 اسرائیلی فوجی مارے ہیں اور 400 سے زیادہ زخمی ہیں۔ ایسے حالات میں جب حماس اسلامی دنیا کی ہر طرح کی حمایت سے محروم ہے، اسرائیل کا خیال تھا اس بار وہ حماس کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے گا۔ اس کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا حماس اسے اس قدر نقصانات پہنچا سکے گی۔ بے شک فتح ہمیشہ حق وصداقت کی ہوتی ہے۔ غزہ پر اسرائیلی بمباری کو ابھی ایک مہینہ پورا ہو رہا تھا جب اسرائیلی تجزیہ کار "یری آینوری" نے لکھا: "ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ ہمارا دشمن بلند حوصلے اور نئے طریقے سے ہمارے خلاف لڑ رہا ہے۔ معجزاتی طور پر اس کی عوامی اور فوجی قیادت بہت فعال ہے۔ عوام پے درپے جانی نقصانات کے باوجود حماس کی پشت پر اس کے ساتھ کھڑے ہیں۔ حیرت اس بات پر ہے کہ ایٹمی طاقت رکھنے والی دنیا کی ایک نمایاں قوت 4 ہفتوں سے زائد مسلسل جنگ کے باوجود حماس کا حوصلہ اور عزم نہ توڑ سکی۔ ان کے جذبہ استقلال میں کمی نہیں آئی اور نہ وہ کہیں بھاگے۔

اس کے برعکس حماس کے راکٹ حملوں میں مرنے کے خوف سے غزہ کے قریب رہنے والے تمام یہودی اپنے گھروں سے فرار ہو گئے۔ اسرائیلی سیاحت تباہ ہو گئی۔ اقتصادی لحاظ سے اسرائیل کو کروڑوں ڈالر کا نقصان ہوا۔ حکومت اپنی عوام اور ذرائع ابلاغ کی شدید تنقید کا نشانہ بن گئی۔ دنیا میں اسرائیل کی بے انتہا بدنامی ہوئی۔ غزہ فاتح ٹھہرا اور اسرائیل کو تاریخی شکست کا سامنا ہوا۔ غزہ کے شہریوں کو حق حاصل ہے وہ کامیابی کا جشن منائیں۔ اس بار غزہ میں جانی نقصانات کے ساتھ بڑے مالی نقصانات بھی اُٹھانا پڑے ہیں۔ غیر جانبدار اداروں کی جانب سے ہونے والے سرویز کے مطابق غزہ کو کم از کم 5 کروڑ ڈالر کا نقصان ہوا ہے۔ اسرائیلی فوجیوں نے بڑے پیمانے پر

غزہ کی عمارتوں کو تباہ کرنے کی کوشش کی۔ تاکہ فلسطینیوں کو اپنے علاقوں سے بے دخل کرنے پر مجبور کیا جائے اور ان علاقوں سے حماس کی قوت کا مکمل طور پر خاتمہ کیا جاسکے۔ غزہ میں 10 ہزار مکانات مکمل اور 30 ہزار جزوی طور پر تباہ ہوگئے۔ 70 فیصد تباہ ہونے والے مکانات ایسے ہیں، جو رہائش کے قابل نہیں ہیں۔ شہر کی 25 فیصد عمارتیں ملبے کا ڈھیر بن گئیں۔ شجاعیہ کی 60 فیصد عمارتیں ملیامیٹ ہوگئیں۔ غزہ کے 5 لاکھ شہری اپنا گھر چھوڑنے پر مجبور ہوگئے۔ وہ جب اپنے گھروں کو واپس لوٹے تو گھروں کی جگہ انہیں ملبے کے ڈھیر نظر آئے۔ غزہ کا واحد گریڈ اسٹیشن بھی اسرائیل نے تباہ کرڈالا۔ پانی کی ترسیل کے نظام کو نقصان پہنچا۔ اسرائیل نے 110 مساجد، 83 سکول اور 27 ہسپتالوں کو نشانہ بنایا۔ صرف الشفا ہسپتال پر اسرائیلی جنگی طیاروں نے 5 مرتبہ بمباری کی۔

وسائل کے اعتبار سے حماس اور اسرائیل کی فوجی طاقت کا موازنہ کیا ہی نہیں جاسکتا۔ حماس کے دونوں گروپوں الاقصی اور القسام بریگیڈ کے جوانوں کی مجموعی تعداد 7 سے 8 ہزار تک ہے۔ جب کہ جنگ کے دنوں میں 10 سے 12 ہزار تک نسبتاً کم تربیت یافتہ جوان ان کی مدد کرتے ہیں۔ حماس کے پاس سمندری اور فضائی قوت نہیں ہے۔ حماس کے پاس کندھے سے فائر کیے جانے والے ٹینک شکن، طیارہ شکن راکٹ اور زمین سے زمین پر مار کرنے والے درمیانے اور چھوٹے فاصلے والے راکٹ ہیں۔ اسرائیل ایک ایٹمی قوت ہے۔ اس کے ساتھ حماس ان عام استعمال والے اسلحے سے لڑ رہی ہے۔ اسرائیلی میزائلوں کے مقابلے میں پیٹریاٹ نامی سسٹم کے ذریعے حماس نے اسرائیل کے محض چند ہی میزائلوں کو گرایا، مگر حماس کے راکٹوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اسرائیل نے اپنی فضائی دفاعی قوت میں دفاعی سسٹم (Iron Dom) بھی داخل کردیا۔ مگر حماس کے راکٹوں نے ان کا یہ سسٹم بھی ناکارہ کردیا۔ اس لیے اسرائیل نے حماس کے راکٹوں کے مراکز کو تباہ کرنے کے لیے فوجی اور زمینی حملے اور بھی تیز کردیے۔ جس سے حماس کے سرفروش مجاہدین کے مقابلے میں انہیں سخت شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اسرائیل نے غزہ پر حملوں کے جواز کے لیے انہیں راکٹوں کا بہانا پیش کیا تھا اور یہی پروپیگنڈہ کیا تھا حماس کے پاس ایسی ہلاکت خیز بارودی سرنگیں اور راکٹ موجود ہیں، جو اسرائیل کے وجود کے لیے خطرہ ہیں۔ اگرچہ یہ ایک ایسا ہی جھوٹ ہے جو عراق پر حملے سے قبل امریکا نے گھڑا تھا۔ حماس ہرگز ایسی قوت نہیں جو اسرائیل کے وجود کے لیے خطرہ بن سکے۔ مگر پھر بھی اس قابل ضرور ہوا کہ اسرائیلی حملے تیسرے روز اسرائیل کے بین الاقوامی ہوائی اڈے "بین گورین" اور اسرائیل کے جنوب میں "دیمونہ" کے ایٹمی ری ایکٹر کو نشانہ بناسکے۔ اسرائیل کے فوجی امور کے ماہرین بیک زبان یہ اعتراف کرتے ہیں کہ گذشتہ 8 سالوں سے اقتصادی پابندیوں، مصر اور اسرائیل کے شدید محاصرے کے باوجود حماس کی عسکری طاقت میں کمی نہیں آئی بلکہ اضافہ ہی ہوا ہے۔ اسرائیل کی انٹیلی جنس ایجنسی موساد کے سابق سربراہ "دانی یاتوم" نے کہا ہے: "ایسا لگتا ہے حماس کے جنگجو جیبوں سے میزائل نکال کر اسرائیل کی جانب فائر کررہے ہیں۔"

غزہ پر اسرائیل کے حالیہ وحشی حملوں اور انسانی قتل عام کو دیکھتے ہوئے ایسا لگتا ہے جیسے دنیا میں ہر طرف جنگل کا ہی قانون ہے۔ انسانی حقوق، انسانوں کے درمیان دوطرفہ احترام، مذہبی آزادی اور انسانی مساوات کی یہ

آج غزہ کی مسجدیں شہید کردی گئیں۔ اس کے راستے اور سڑکیں تباہ ہوگئیں۔ بجلی اور پانی بند کردیا گیا۔ دفتر، ہسپتال اور اعلی تعلیمی ادارے ملبے کا ڈھیر ہیں۔ ہر دیوار پر شہداء کا خون مہکتا ہے۔ ہر گھر سے جنازے نکلے۔ بہت سے گھروں کے تمام اہل خانہ شہید ہوگئے۔ مظلوم فلسطینی ماؤں اور بہنوں کی آہوں سے فضا سوگوار ہوگئی ہے۔ مگر اس بار فلسطین خصوصاً غزہ کے مسلمانوں نے اسلامی غیرت، دین، دینی شعائر اور دین کے دفاع کے لیے بے مثال تاریخ رقم کردی۔ 68 سالوں میں فلسطینیوں نے بموں کی بارش، بارود کے طوفان، بھوک، قحط، تباہی اور ہجرتوں میں زندگی گزارنے کا طریقہ سیکھ لیا ہے۔ اغیار کے منصوبوں اور منافق لیڈروں کے پنجوں سے جان چھڑانے کا راستہ ڈھونڈ لیا ہے۔ وہ دنیا کو دکھا رہے ہیں کہ اپنی مظلومیت اور کو قربانیوں کے زور پر کیسے طاقت میں بدلا جاسکتا ہے۔ اپنے درد کی دوا کیسے تلاش کی جاسکتی ہے۔ وہ دن بہت جلد آنے والا ہے جب قبلہ اول آزاد ہوگا۔ اسرائیل نام کی غاصب حکومت دنیا کے نقشے سے ختم ہوجائے گی۔ دنیا کو امن اور خوشی مل جائے گی۔

ساری باتیں بے معنی ہیں۔ مغرب اور خصوصاً عالمی طاقتیں ان حقوق اور ان نعروں کو اپنے اہداف کے حصول اور افکار کے تسلط کے لیے آلہ یا ڈھال کے طور پر استعمال کرتی ہیں۔ یہ کتنی حیرت کی بات ہے کہ دنیا میں کہیں کسی غیر مسلم کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے تو اقوام متحدہ، یورپی یونین اور انسانی حقوق کی تمام عالمی تنظیمیں سب متحرک ہو جاتی ہیں۔ وہ اقلیتوں کے حقوق کے نام پر اسلامی ممالک کی جغرافیائی تقسیم تک وہ مسلمانوں کو کچھ کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں جو ان کا دل چاہتا ہے۔ ہیگ کی عالمی عدالت انصاف اور جنیوا کنونشن دونوں اس بات پر متفق ہیں عبادت خانے، تاریخی مقامات، ہسپتال اور سکولوں کو جنگ میں نشانہ نہیں بنایا جائے گا۔ جو ملک ایسا کرے اس کے فوجی اور سیاسی رہنماؤں کو جنگی مجرم قرار دیا جائے گا۔ یہاں اسرائیل نے یہ سب کچھ کیا۔ 110 مساجد،، 83 سکول اور 27 ہسپتالوں کو نشانہ بنایا۔ اقوام متحدہ کے سربراہ بان کی مون نے اس واقعے کی رسمی مذمت پر اکتفا کیا۔ امریکا کی اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی اس حد تک پہنچ چکی ہے امریکی وزیر خارجہ جان کیری کہتے ہیں "فلسطین اور اسرائیل کے درمیان نزاع کا ذمہ دار حماس ہے۔" امریکی صدر بارک اوباما اور یورپی یونین کے رکن ممالک نے اسرائیلی وحشت کی حمایت میں بہت پہلے کہہ دیا تھا اسرائیل کو اپنے دفاع کا حق حاصل ہے۔ کیوں کہ اسرائیل حماس کے راکٹوں کے نشانے پر ہے۔ دسمبر 2008 میں ہونے والے اسرائیل کے خونی حملے میں شہید ہونے والے 1391 افراد میں سے بھی اکثریت خواتین کی تھی۔ حالیہ جارحیت کا سب سے دردناک پہلو بھی یہی ہے خصوصیت کے ساتھ بچوں کو نشانہ بنایا گیا۔ اقوام متحدہ کے مراکز سمیت جہاں بھی بچوں کی اکثریت نظر آئی انہیں نشانہ بنایا گیا۔ سوشل میڈیا پر شہید ہونے والے بچوں کے بہت زیادہ ویڈیو کلپس پھیلے ہوئے ہیں۔ جس سے اسلامی دنیا سمیت مغربی ممالک میں بھی اسرائیل کے خلاف رد عمل سامنے آیا ہے۔ مگر غلام عالمی میڈیا اپنی غیر جانبداری پھر بھی برقرار نہ رکھ سکا۔ اس لیے تاریخ میں پہلی بار بی بی سی کے دفتر کے سامنے بہت سے لوگوں نے احتجاجی مظاہرہ کیا اور عالمی میڈیا کے یک طرفہ مؤقف کی مذمت کی۔ جس کے باعث مشرق وسطی میں بی بی سی کے نمائندے "جریمی بوون" کو ان کی ذمہ داریوں سے سبک دوش کر دیا گیا۔ اسی سے لگتا ہے کہ کفری دنیا نے مسلمانوں کی نسل کشی کا پختہ ارادہ کر رکھا ہے۔ اس لیے وسطی افریقا سے برما تک اور سنکیانگ سے فلسطین تک انتہائی بے دردی سے مسلمانوں کا ایسا قتل عام کیا جاتا ہے گویا وہ انسان ہی نہیں۔ افسوس اسلامی دنیا کے حال پر ہے کہ بولیویا جیسے غیر اسلامی ملک نے بھی اسرائیل کو ایک دہشت گرد ریاست قرار دیا اور گذشتہ 62 سال سے جو اسرائیلی یہاں آ جا رہے تھے ان پر کلی پابندی عائد کر دی۔ مگر اسلامی دنیا کی ترجمان او آئی سی نے واضح الفاظ میں اپنی عاجزی کا اعلان کر دیا۔ اردن اور سعودیہ نے اسرائیل کے حملے سے قبل ہی حماس کو ایک دہشت گرد تنظیم قرار دے دیا تھا۔ ازہر یونیورسٹی اور اقوام متحدہ کے سربراہان کی درخواست پر مصری حکومت نے سرحد کھول دی اور وعدہ کیا آئندہ یہ سرحد کھلی رہے گی۔ مگر افسوس! مصری حکومت اس وعدے پر قائم نہ رہی۔ غزہ کے ترجمان ڈاکٹر اشرف القدرہ نے کہا: "جس روز مصر نے فلسطینی زخمیوں کے لیے سرحد کھولی تھی، اس دن 600 میں سے صرف 11 زخمیوں کو مصر میں داخلے کی اجازت دی گئی۔ عرب دنیا کے مشہور ٹی وی چینل الجزیرہ نے 12 جولائی کو کہا: اسرائیلی وزیر خارجہ نے سرکاری اسرائیلی ریڈیو سے ایک تازہ ترین انٹرویو میں اعتراف کیا غزہ پر جاری حالیہ جارحیت کے معاملے میں مصر ان کا بھرپور تعاون کر رہا ہے۔ مصری وزارت خارجہ نے اس اسرائیلی دعوے کو درست قرار دیا اور اسرائیلی جارحیت کو حماس کے راکٹ حملوں کا جوابی رد عمل قرار دیا۔

اسلامی دنیا میں صرف ترکی ایک ایسا ملک ہے، جس نے شدید الفاظ میں اس وحشت کی مذمت کی۔ اب حال ہی میں جب رجب طیب اردوان ترکی کا نیا صدر بنا، تو انہوں نے 11 اگست کو قاہرہ سے ترکی تک غزہ کے زخمیوں کو منتقل کرنے کے لیے ایمبولینس ہیلی کاپٹر بھیج دیے۔ زخمیوں سے انتہائی عزت اور قدر دانی سے پیش آئے۔ یہاں تک کہ انقرہ پہنچ کر ترکی کے وزیر خارجہ اپنی اہلیہ کی ساتھ ان کے استقبال کے لیے آئے۔ آج غزہ کی مسجدیں شہید کر دی گئیں۔ اس کے راستے اور سڑکیں تباہ ہو گئیں۔ بجلی اور پانی بند کر دیا گیا۔ دفتر، ہسپتال اور اعلی تعلیمی ادارے ملبے کا ڈھیر ہیں۔ ہر دیوار پر شہداء کا خون مہکتا ہے۔ ہر گھر سے جنازے نکلے۔ بہت سے گھروں کے تمام اہل خانہ شہید ہو گئے۔ مظلوم فلسطینی ماؤں اور بہنوں کی آہوں سے فضا سوگوار ہو گئی ہے۔ مگر اس بار فلسطین خصوصاً غزہ کے مسلمانوں نے اسلامی غیرت، دین، دینی شعائر اور دین کے دفاع کے لیے بے مثال تاریخ رقم کر دی۔ 68 سالوں میں فلسطینیوں نے بموں کی بارش، بارود کے طوفان، بھوک، قحط، تباہی اور ہجرتوں میں زندگی گزارنے کا طریقہ سیکھ لیا ہے۔ اغیار کے منصوبوں اور منافق لیڈروں کے پنجوں سے جان چھڑانے کا راستہ ڈھونڈ لیا ہے۔ وہ دنیا کو دکھا رہے ہیں کہ اپنی مظلومیت اور کو قربانیوں کے زور پر کیسے طاقت میں بدلا جا سکتا ہے۔ اپنے درد کی دوا کیسے تلاش کی جا سکتی ہے۔ وہ دن بہت جلد آنے والا ہے جب قبلہ اول آزاد ہو گا۔ اسرائیل نام کی غاصب حکومت دنیا کے نقشے سے ختم ہو جائے گی۔ دنیا کو امن اور خوشی مل جائے گی۔

نسیم بارگزئی

گیارہ ستمبر، تاریخ کا نیا دور

کسی نے کہا تھا: "ستمبر میں ستم گروں نے کروٹ لی۔"

مگر ایسی کروٹ کہ دنیا تہہ و بالا ہو جائے گی۔ اس کا شاید کہنے والے نے بھی نہ سوچا ہو گا۔ انسانی تاریخ کے ارتقا کے تین مراحل بتائے جاتے ہیں۔ ایک پہلی جنگ عظیم سے پہلے کی دنیا، دوسرا پہلی جنگ عظیم کے بعد کی دنیا، تیسرا دوسری جنگ عظیم کے بعد کی دنیا۔ پہلی جنگ عظیم سے پہلے کی دنیا کو انسانی تاریخ کا ابتدائی ترین دور کہنا مناسب ہو گا۔ جب صنعتی انقلابات نے دنیا کو لپیٹ میں نہیں لیا تھا۔ ابھی انسان کی سائنسی ایجادات نے اسے جدید سہولیات اور وسائل سے آشنا نہیں کیا تھا۔ انسان ابھی تک پہیے کو چلانے کے لیے جانوروں کا محتاج تھا۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد کی دنیا کو انسانی شعور کے جاگنے کا دور کہا جاسکتا ہے۔ اگرچہ اس وقت گردشِ دوراں کی تہوں میں دوسری جنگ عظیم جیسی بڑی اور تباہ کن جنگ کی چنگاریاں سلگ رہی تھیں۔ عالمی طاقتوں کے درمیان معاصرانی چشمک اور رقابت کی آگ شدت سے بھڑکنے کو بے تاب تھی۔ مگر ایک عام انسان میں اس شدت اور جذباتیت کے خلاف عالمی امن کے قیام اور قوانین کی تشکیل کا احساس بھی کروٹیں لے رہا تھا۔ یہی وجہ ہے جیسے ہی عالمی جنگ ختم ہوئی اس کے فوراً بعد اقوام متحدہ جیسے ادارے کا قیام عمل میں لایا گیا۔ بعد کی تاریخ میں عالمی امن میں اقوام متحدہ کا کردار انتہائی اہم رہا۔ اس سے پہلے، پہلی جنگ عظیم کے بعد بھی "متحدہ اقوام" کے نام سے ایک عالمی ادارے کی بنیاد رکھی گئی، جس کا مقصد مختلف اقوام کے درمیان مصالحتی کردار ادا کرنا اور جنگوں کا خاتمہ کرنا تھا۔ مگر انسانی شعور اس وقت اس مصالحت اور امن پر تیار نہ تھا۔ اس لیے "متحدہ اقوام" کا ادارہ ناکام ہو گیا۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد کی دنیا میں امن اور عالمی تجارت کو فروغ ملا اور ایک نئی دنیا وجود میں آئی۔ جس میں مختلف اقوام کو آزادی ملی۔ اس دور میں اقوام متحدہ کا کردار انتہائی اہم رہا۔ کیوں کہ انسانی شعور میں عالمی امن قائم کرنے اور عالمی تجارت کو فروغ دینے کا احساس بیدار ہو چکا تھا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد جتنی جنگیں ہو چکی ہیں، یہ سب اقوام متحدہ کی اپنی عدم توجہ کے باعث ہوئیں۔ اقوام متحدہ چاہتا تو انتہائی آسانی سے عالمی قوانین کی روشنی میں ان جنگوں اور فسادات کا خاتمہ کر سکتا تھا، مگر اس نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔ جس سے اس کی ساکھ کو بہت شدید نقصان پہنچا۔ آج دنیا بھر میں خصوصاً مظلوم مسلم خطوں میں اقوام متحدہ پر سے لوگوں کا اعتماد ختم ہو چکا ہے۔ کاش ایسا نہ ہوتا اور اقوام متحدہ اپنی ذمہ داری پورے خلوص سے نبھاتا۔ آج نہ چاہتے ہوئے بھی تیسری جنگ عظیم کی جانب دنیا بڑھ رہی ہے۔ جو اقوام متحدہ کی ناکامی کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔

گیارہ ستمبر کا واقعہ انسانی تاریخ کے لیے ایک بڑا موڑ ثابت ہوا۔ اسے انسانی تاریخ کا چوتھا موڑ کہنا زیادہ مناسب ہو گا۔ اس دن دو جڑواں ٹاوروں سے طیارے کیا ٹکرائے کہ دیومالائی کہانیوں کی ایک داستان کھل گئی۔ جتنے منہ اتنی باتیں۔ کئی کہانیاں عام ہوئیں۔ کئی مافوق الفطرت کردار تخلیق کیے گئے اور ان سے طرح طرح کی افسانے منسوب کیے گئے۔ پھر اسی واقعے کے ردعمل میں عالمی دیو بے لگام ہو کر مسلم دنیا پر ٹوٹ پڑا۔ ورلڈ ٹریڈ سینٹر کی تباہی کا واقعہ کیسے ہوا؟ امریکا نے اب تک سرکاری سطح پر اس کی تحقیقات اور مکمل تفصیلی رپورٹ شائع نہیں کی۔ اس واقعے کی تہ تک اب تک امریکا خود بھی نہ پہنچ سکا، مگر اس کی سزا دی گئی تو غریب افغانوں کو۔ یہ تاریخ میں اپنے طرز کی شاید واحد جنگ ہو، جو ایک مبہم کہانی کی بنیاد پر شروع کی گئی ہے۔ اس دن کو ایک غیر جانب دار مؤرخ ہمیشہ ظلم کے آغاز کا عنوان دے گا۔ اس دن مسلم ممالک کے خلاف رینگتا ہوا امریکی اژدہا پھنکارتے ہوئے ایک دم اٹھ کھڑا ہوا اور پوری اسلامی دنیا کو نگلنے کے لیے تیار ہو گیا۔ یہاں دو باتیں قابل غور ہیں۔ امریکا نے اپنے ساتھ نیٹو جیسی قوت کو کیوں ملایا؟ صدر

بش نے کروسیڈ کا لفظ کیوں استعمال کیا۔ حالانکہ امریکا کی عسکری اور معاشی قوت کے سامنے افغانستان کی کیا حیثیت ہے۔ مگر اس کے باوجود امریکا نے ان ساری قوتوں کو اپنے ساتھ ملایا اور پھر کروسیڈ کا لفظ بھی استعمال کر ڈالا۔

صدر بش نے کہا تھا: "کروسیڈ یعنی صلیبی کا لفظ غلطی سے ان کی زبان سے نکلا تھا۔" مگر ان کی اس غلطی نے بعد کی دنیا کو دو دھڑوں میں تقسیم کر ڈالا۔ عیسائی فوجی صلیب کا نشان سینے پر سجائے اور دماغ میں انجیل کا تقدس لے کر افغان سرزمین پر اترے۔ لیکن یہ صلیبیوں کی بھیانک غلطی تھی۔ آج پوری دنیا میں امریکا اور اس کے اتحادیوں کے خلاف عسکری محاذ کھلتے جارہے ہیں۔ امریکی دانشوروں کا کہنا ہے اسلامی شدت پسندی دنیا کے امن کے لیے خطرہ ہے۔ مگر ان کو یہ بات یاد نہیں رہتی کہ اس شدت پسندی کے پیچھے صلیب کا کردار کتنا ہے۔ ہمیشہ مذہبی شدت پسندی پر تنقید کرتے ہوئے یہ باور کرایا جاتا ہے مسلمان ہی شدت پسند ہیں۔ کبھی یہ یاد نہیں رکھا جاتا کہ امریکی صدر نے مسلمانوں کے خلاف صلیبی شدت پسندی کا مظاہرہ کیوں کیا تھا؟ ان عیسائی فوجیوں نے آکر ہمارے ملک کے ہر ہر گوشے کو بم کا نشانہ بنایا، مساجد و مدارس کو تباہ کیا اور مسلمان خواتین کی آبروریزی کی گئی۔ وہ واقعات تو کسی کو بھی نہیں بھولے ،جب مسلمان خواتین اور شہداء کی بے حرمتی کرتے ہوئے ان صلیبی فوجیوں نے تصویریں بھی بنوائیں اور فلم بندی بھی کی گئی۔ گوانتانامو اور ابوغریب جیل کی کہانیاں بھی خوں چکاں داستانیں ہیں، جن کی یاد سے اب تک سینوں میں دل پھٹتے ہیں۔

گیارہ ستمبر کے بعد امریکی جارحیت نے کروٹ کیا لی کہ پوری دنیا میں صلیب اور ہلال آمنے سامنے کھڑے ہوگئے۔ مسلم اور صلیبی کا فرق واضح ہوتا چلا گیا۔ عسکری محاذوں کے علاوہ معاشرتی سطح پر بھی مسلمانوں کے خلاف امتیازی سلوک روا رکھا گی۔ مغربی معاشروں میں مسلمان شہریوں کو امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑا۔ مسلمان خواتین کا اسکارف اور برقع چھینا گیا۔ مساجد کی بے احترامی کی گئی۔ یورپ اور امریکا میں مسلمانوں کو وحشیانہ سلوک کا سامنا کرنا پڑا۔ تعلیمی اداروں اور تجارتی مراکز میں مسلمان ملازمین اور گاہکوں کی تذلیل کی گئی۔ انہیں مختلف طریقوں سے ہراساں کیا گیا۔ مسلمان نوجوانوں کو دہشت گردی کے الزام میں گرفتار کرکے تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ بے گناہ لوگوں کو جیلوں میں ڈالا اور انہیں پھانسیاں دی گئیں۔ اب تک ہزاروں بے گناہ مسلمان ان وحشی صلیبیوں کی قید میں ہیں۔

عسکری اور معاشرتی سطح پر مسلمانوں کے خلاف باقاعدہ مہم جوئیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج پوری دنیا میں مسلمان نوجوانوں کی مزاحمتی تحریکیں اٹھ کھڑی ہوئی ہیں۔ پالیسیاں اور طریقہ کار ٹھیک ہے یا غلط ؟ ان مسلمان نوجوانوں کی پشت پر کون ہے اور کون نہیں؟!! ان تمام پروپیگنڈوں اور باتوں سے قطع نظر... کیا یہ حقیقت نہیں کہ یہ سب کچھ امریکا اور اس کے ہم نوا صلیبیوں کا کیا دھرا ہے۔ یہ نوجوان اور یہ ممالک اس سے قبل بھی دنیا میں اپنا وجود رکھتے تھے۔ مگر آج ان کے دلوں میں نفرت اور انتقام کی جو آگ بھڑک رہی ہے، اسے جلانے والے یہی صلیبی جارحیت پسند ہیں۔ یہ مزاحمتی تحریکیں اب اور بڑھیں گی۔ ان میں روز بروز اضافہ اور شدت آئے گی۔ یہ ایک خطے میں ایک شکل میں تو دوسرے خطے میں کسی اور شکل میں ابھر کر رہیں گی۔ انہیں دبا کر مار ڈالنے کا سوچنے والے اب بھی خام خیالی میں مبتلا ہیں۔ ایک بڑا انقلاب جو گیارہ ستمبر کے بعد آیا، وہ افغانوں کے ہاتھوں ایک تیسری سپر پاور کی عبرت ناک شکست تھی۔ امریکا نے جارحیت کرکے اس ملک کو تباہ تو کرڈالا، مگر اس پر اپنی حکومت اور قبضے کا خواب شرمندہ تعبیر نہ کرسکا۔ آج صرف تیرہ برس ہوئے ہیں کہ امریکا اور اس کے اتحادی ایک ایک کرکے یہاں سے نکل رہے ہیں۔ ان کے حوصلے شکستہ، دل پژمردہ، نگاہیں افسردہ اور جسم تھکن سے چور ہے۔ آنکھوں میں خوف اور ہیبت کے ہیبت سائے لہرا رہے ہیں۔ امریکا اور اس کے اتحادی یہاں سے انخلا کا اعلان کرچکے ہیں۔ دانشور سوال پر سوال اٹھائے جارہے ہیں کہ جس "دہشت گردی" کے خاتمے کے لیے امریکا نے جنگ شروع کی تھی، آج اس کا حجم پہلے سے زیادہ بڑھ چکا ہے۔ پھر کیوں امریکا یہاں سے نکل رہا ہے؟ مگر امریکی صدر کا کہنا ہے: "افغانستان میں مکمل امن کا قیام امریکا کی ذمہ داری نہیں۔" کتنی عجیب بات ہے جو لوگ یہ عزم لے کر آئے تھے کہ دہشت گردی کا خاتمہ کریں گے، وہی کہتے ہیں کہ افغانستان میں امن کا قیام ان کی ذمہ داری نہیں۔ شکست پر شکست کھاتا امریکا اب اپنے لیے عزت کے راستے تلاش کررہا ہے اور افغان عوام کا جذبۂ جہاد قدم بہ قدم ان کے تعاقب میں ہے۔ انشاء اللہ! وہ دن دور نہیں، جب امریکا اپنے رستے زخم چاٹتا ہوا افغان سرزمین سے نکل کھڑا ہوگا۔

❋ ❋ ❋

اس سال بھی ہزاروں افراد دشمن کی صفوں سے الگ ہوئے

اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔

انٹرویو: ابو عابد

دعوت وارشاد کمیشن کے ذمہ دار مولوی شمس الدین سے خصوصی گفتگو

امارت اسلامیہ ایک جانب جارحیت پسندوں کے خلاف مسلح جدوجہد میں مصروف ہے، تو دوسری جانب امارت نے دشمن کے شانہ بشانہ کھڑے ہم وطنوں کو ہتھیار ڈالنے اور ان کی صفوں سے نکلنے کے مواقع بھی دے رکھے ہیں۔ اسی مقصد کے لیے امارت نے "دعوت وارشاد" کے نام سے مخصوص کمیشن بھی بنا رکھا ہے۔ اس شعبے کی کارکردگی جاننے کے لیے دعوت وارشاد کمیشن کے بڑے عہدے دار اور 20 صوبوں میں دعوتی امور کے نگران مولوی "شمس الدین" سے کی گئی گفتگو نذرِ قارئین ہے۔

سوال: ہم آپ کا ذاتی تعارف جاننا چاہیں گے؟

جواب: میرا نام شمس الدین ہے۔ میں صوبہ بدخشان ضلع 'کشم' کا رہنے والا ہوں۔ ابتدائی تعلیم چوتھی جماعت تک اپنے گاؤں کے اسکول میں حاصل کی۔ پھر ضلع کشم میں مدرسہ "عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ" میں دینی تعلیم پانچویں درجے تک حاصل کی۔ اس کے بعد 1368 ہجری شمسی میں دارالہجرت پاکستان چلا گیا۔ بقیہ تعلیم مختلف مدارس میں حاصل کرتا رہا۔

اسلامی تحریک طالبان افغانستان کے ساتھ پہلے سال کے دوسرے ماہ سے تعلق پیدا ہوا۔ خطِ اول پر عسکری گروپ کے سربراہ کے طور پر مصروف جہاد رہا۔ اس کے بعد ضلع چرخی کی ذمہ داری بھی ہمیں دی گئی۔ ضلع چہار آسیاب کا ضلعی گورنر بھی رہا۔ کابل کی فتح کے ایک سال بعد صوبہ پکتیا کے گورنر کی حیثیت سے بھی میرا تقرر کیا گیا۔ پھر تین سال تک میدان وردگ کا گورنر رہا۔ امریکی جارحیت کے ایک سال بعد جب قاری "دین محمد" ضلع بدخشان کے جہادی سربراہ تھے، تو میں ان کا سیکرٹری تھا۔ ایک سال بعد اس ضلع کی عسکری ذمہ داری تین سال تک میرے ذمے رہی۔ پھر دعوت وارشاد کمیشن کا رُکن بن گیا۔ اب گزشتہ تین سال سے دعوت وارشاد کمیشن کے بیس صوبوں کی ذمہ داری مجھے سونپی گئی ہے۔ جو کہ افغانستان کے شمال، شمال مشرق، مرکز اور مشرق میں واقع ہیں۔

سوال: دعوت وارشاد کمیشن کے کتنے شعبہ جات ہیں۔ اس کی کیسی اور کتنی تشکیلات ہیں۔ اس کا حلقہ کار کتنا وسیع ہے؟

جواب: دعوت وارشاد کمیشن کے چار بڑے شعبے ہیں۔ پہلا دعوت، دوسرا ارشاد، تیسرا جلب وجذب اور چوتھا مرکزی دارالافتاء اور متعلقہ فقہی مجالس۔ جو مختلف اداروں اور عام لوگوں کی جانب سے آنے والے سوالات کا شرعی حل نکال کر پیش کیا جاتا ہے۔ دعوت وارشاد کمیشن کے کارکن اللہ تعالیٰ کے احکامات اور رسول اللہ ﷺ کی مبارک سنتوں کے مطابق لوگوں کو نیک اعمال کی جانب بلاتے ہیں۔ ہمارے علماء مدارس کے اساتذہ اور طلباء کے ساتھ رابطہ رکھتے ہیں۔ وہ ان کا تعاون اور توجہ حاصل کرنا اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔ عصری تعلیمی اداروں کے سربراہان، اساتذہ اور طلباء سے ملاقاتیں کرتے ہیں۔ انہیں امارت اسلامیہ کے اہداف اور مقاصد سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ عسکریت کی ضرورت اور اسلامی نظام کے قیام کی اہمیت واضح کی جاتی ہے۔ انہیں امریکا کی قیادت میں عالم کفر کے اتحاد کے خطرناک اہداف اور سازشوں سے روشناس کرایا جاتا ہے۔ آخر میں انہیں جہاد کی جانب راغب کیا جاتا ہے۔ عوام اور امارت اسلامیہ کے درمیان اصولوں کی بنیاد پر گہرے اور دائمی تعلقات استوار کیے جاتے ہیں۔ امارت اسلامیہ کے پرچم تلے پوری قوم کے درمیان بہتر اتحاد واتفاق، بھائی چارے اور ایثار و قربانی کی فضا قائم کی جاتی ہے۔ دشمن کی جانب سے قومی، لسانی اور علاقائی تعصبات پیدا کرنے کا راستہ روکا جاتا ہے، تاکہ تمام افغانی ایک قوم بن کر اسلام اور وطن کا دفاع کریں۔

دعوت وارشاد کمیشن ایک "علمی سوسائٹی" کی حیثیت سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بنیاد پر امارت کے ہر ذمہ دار اور مجاہد کو تقوی، اتفاق واتحاد، عوامی نقصانات کی روک تھام، عام لوگوں سے اچھے سلوک اور خصوصاً قیادت کے احکامات پر عمل درآمد کے حوالے سے خصوصی ہدایات

اور سفارشات دیتا ہے۔ ہمارا کمیشن انتہائی مؤثر طریقے سے لوگوں کو حق کی جانب بلاتا ہے ۔ مار پیٹ اور تشدد سے گریز کرتا ہے۔ اگر کہیں سختی کی ضرورت پڑے تو معاملہ متعلقہ اداروں کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ یہ کمیشن جہادی محاذوں کی جانب بھی وقتاً فوقتاً علمائے کرام کے وفود بھیجتا ہے، جو ایک جانب مجاہدین کے اعتماد اور حوصلے میں اضافے کا باعث بنتا ہے تو دوسری جانب انہیں شرعی احکامات اور اسلامی اخلاقیات کی حدود میں ثابت قدمی کی تعلیم دیتا ہے۔ کمیشن عوام کو جہاد کی جانب رغبت دلانے کے لیے علماء، روحانی اور سیاسی ماہرین اور قومی رہنماوں سے رابطہ رکھتا اور ان سے مشورے طلب کرتا ہے۔ اس کے کارکن صوبائی ذمہ دار کے توسط سے دعوت وارشاد کے پروگرامز اور کارکردگی سے امارت کے ذمہ داران کو باخبر رکھتے ہیں۔ وہ انہی کے تعاون سے اپنے روشن اہداف کی تکمیل کی کوشش کرتے ہیں۔

دعوت وارشاد کمیشن اپنے مخصوص طریقہ کار کی بنیاد پر ان افغانوں سے بھی رابطہ رکھتا ہے، جو کسی بھی طرح سے دشمن کے اداروں سے منسلک ہوں اور جارحیت پسندوں کے مفادات کے لیے کام کر رہے ہوں۔ انہیں حقائق سے آگاہ کرنے کے علاوہ اسلام اور ملک کے مفاد کے لیے کام کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ امارت کی جانب سے انہیں باقاعدہ ذمہ داریاں سونپ کر ان کے لیے وظیفہ جاری کیا جاتا ہے یا کم از کم انہیں ایسا کام کرنے پر تیار کیا جاتا ہے، جس سے اسلام اور ملک کو نقصان نہ پہنچتا ہو۔ کمیشن یہ کوشش کرتا ہے وہ لوگ، جو دشمن کے پروپیگنڈے یا کسی اور وجہ سے خدشات کا شکار ہوں۔ انہیں سمجھایا اور اطمینان دلایا جاتا ہے امارت اسلامیہ اپنی حکومت کے قیام کے بعد کسی بھی لحاظ سے انتقام لینے کی نہ صرف مخالف ہے، بلکہ کوشش یہ رہتی ہے تمام افغان اتحاد واتفاق، عدل وانصاف اور امن کی فضا میں آرام کی زندگی بسر کریں۔ تاکہ وہ اپنے قومی اور اسلامی حقوق سے فیض یاب ہو سکیں۔

سوال: دعوت وارشاد کمیشن کے قیام کے وقت کون سے بنیادی مقاصد سامنے تھے؟

جواب: امارت اسلامیہ کا قیام اسلامی نظام کے لیے تھا۔ اس لیے لازم ہے دعوت کا شعبہ ہر وقت فعال اور بیدار رہے، جو جہادی اقدامات سے پہلے دعوتی پروگرامز جاری وساری رکھے۔ شرعی مقاصد اور اسلامی نظام کے بلند اہداف کے حصول کے لیے افہام وتفہیم کی کھڑکی کھلی رہے۔ تاکہ ایک طرف اتمام حجت ہو تو دوسری طرف اللہ کی نصرت کے حصول کا ذریعہ۔

چوں کہ جارحیت پسندوں نے نوجوان نسل کو گمراہ اور مذہبی اقدار سے دور کرنے کے لیے خصوصی کوششیں شروع کر رکھی ہیں، اس لیے امارت اسلامیہ نے اپنے عوام کے اعمال اور عقائد کے تحفظ کے لیے یہ ضروری سمجھا دعوت وارشاد کا شعبہ کھولا جائے۔ اس کی یہ ذمہ داری لگائی جائے ہم وطنوں کے روحانی سرمائے، دینی اقدار کے تحفظ اور ہدایت وتقوی کے حوالے سے مصروف عمل رہے۔ افغانستان کے علمائے کرام، خطبائے عظام، صالح اور دین دار بزرگ شہری، قومی وسماجی رہنماء، جہادی رہبر اور عصری تعلیمی اداروں کے ذمہ داروں کو اس بات پر ابھارا جائے کہ وہ اس شعبے میں اپنی ایمانی ذمہ داری ادا کریں۔

جب جارحیت پسندوں اور کٹھ پتلی انتظامیہ کے خلاف سرفروش طالبان مجاہدین کی قربانیاں رنگ لائیں اور وہ افغانی... جو حالات کے اثر ظالموں کے ساتھ مل گئے تھے۔ انہیں تشویش ہوئی ہماری غلطی کے ردعمل میں امارت اسلامیہ کا مؤقف کیا ہو گا؟ امارت نے اپنی ہمدردی اور حسن سلوک کی بنا پر فتح مکہ اور سیرت نبوی کی روشنی میں یہ واضح کیا ہے: حقیقت ناشناس افغانوں کے لیے ہمارا دامن وسیع ہے۔ ہم بدلہ لینے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ ہمارا جہاد قوموں اور اشخاص کے ساتھ نہیں، بلکہ غاصبوں کی شکست اور مکمل انخلا تک ہے۔ ہم چاہتے ہیں ملک کو امن کا گہوارہ بنائیں۔ ایک ایسا اسلامی نظام قائم کریں، جس میں تمام مسلمانوں کی جان، مال، عزت وآبرو، اتحاد واتفاق، قومی ومذہبی مفادات کا تحفظ ہو۔ یہی وجہ تھی جلب وجذب کا شعبہ بھی دعوت وارشاد کمیشن کے ساتھ منسلک کر دیا گیا۔ دین دار عوام نے بھی امارت کے اس اقدام کو حالات کی پکار کا جواب سمجھا۔ اس شعبے کو امارت اسلامیہ کی وسعت قلبی، حلم، اصلاح خیز جہاد اور بصیرت وفراست کی نشانی قرار دیا۔ جو لوگ کابل انتظامیہ میں کام کر رہے ہیں اور غلط فہمی میں ڈوبے ہوئے ہیں، اس کمیشن کا بڑا مقصد ان افغانوں کو اس دھوکے سے نجات دلانا ہے۔ تاکہ وہ اخروی اور دنیوی ذلت سے بچ سکیں۔ وہ آزاد، خود مختار اور حقیقی معنوں میں اطمینان کی زندگی بسر کر سکیں۔

اسی طرح امارت اسلامیہ چاہتی تھی مجاہدین کا اخلاقی معیار بلند ہونا چاہیے۔ چھوٹے بڑوں کی شرعی اطاعت میں کوتاہی نہ ہو۔ اپنی ذمہ داری شرعی اصولوں کے مطابق ادا کریں۔ غفلت اور بے توجہی سے کام نہ لیں۔ ظلم،

تکبر، حسد، خود پسندی اور اسی طرح کے دیگر خطرناک امراض سے محفوظ رہیں۔ یہ وجوہات تھیں جن کی بنیاد پر "دعوت وارشاد" کے شعبے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

سوال: اس سال دعوت وارشاد کمیشن کی کوششوں سے کتنے افراد دشمن کی صفوں سے الگ ہوئے ہیں؟

جواب: رواں سال کے پہلے 10 ماہ میں 2659 افراد نے بھاری تعداد میں ہلکے وبھاری سرکاری اسلحہ اور کئی اہم گاڑیاں لیے کرپٹ انتظامیہ سے الگ ہوئے ہیں۔ ان افراد میں کمانڈر، گروپ کمانڈر، اعلی افسران اور عام اہل کار شامل ہیں۔ دشمن سے الگ ہونے والے ہر اہل کار کا مکمل تعارف اور اپنے ساتھ لانے والے جنگی وسائل کی تفصیل ہر ماہ امارت اسلامیہ کی نشریات میں باقاعدگی سے شایع ہوتی ہے۔ گزشتہ 29 مہینوں میں 10608 افراد اشرف غنی انتظامیہ سے الگ ہوئے ہیں۔ ایسے اہل کار غلام حکومت سے فرار اختیار کرتے ہیں، تو ان سے امارت کو ڈبل فائدہ ہوتا ہے۔ ایک تو عبداللہ عبداللہ کی حکومت کمزور ہوتی ہے، دوسرا مجاہدین کے پاس اسلحے کی کمی بھی پوری ہوتی ہے۔

سوال: دعوت وارشاد کمیشن کی ذمہ داری دشمن کی صفوں سے افغانیوں کو توڑنا ہے یا امارت کے حق میں رائے عامہ ہموار کرنا بھی ہے؟

جواب: دعوت وارشاد کمیشن نے اپنے "دستور" میں چند اہم موضوعات پر بھرپور روشنی ڈالی ہے۔

1... قرآن کریم کی ترویج واشاعت۔

2... منکرات اور بدعات کا خاتمہ۔

3... سنت نبوی کا احیاء۔

4... اکابر علمائے کرام، فقہائے عظام اور روحانی شخصیات کے وقار، عظمت اور علمی شان کا دفاع۔

5... عظیم فقہی سرمائے کا تحفظ۔

6... ارتدادی پروگرامز اور مہمات سے عوام کا تحفظ۔

7... قومی اور مذہبی اتحاد کی حفاظت۔

8... امارت اسلامیہ کی پالیسیوں کے حوالے سے غلط فہم اذہان سے تشویش کا ازالہ۔

9.. جہادی تحریک کے تقدس کی حفاظت کے لیے تربیتی نشستوں اور سیمینارز کا انعقاد

مذکورہ بالا موضوعات دعوت وارشاد کے کارکنوں کی ذمہ داریوں کا اہم حصہ ہیں۔ وہ اس حوالے سے اپنی بساط کے مطابق محنت جاری رکھتے ہیں۔ کمیشن... ضلعی گورنرز، علمائے کرام، دشمن کی صفوں میں گھسے ہوئے مجاہدین، خصوصی نمائندوں اور آئمہ مساجد کو دعوت دیتے ہیں اور عام لوگوں کو امارت اسلامیہ کی حقانیت پر قائل کرتا ہے۔ مجاہدین اور عام لوگوں کے درمیان فاصلوں کو ختم کرتا ہے۔ مسلح مجاہدین اور عام مخلص عوام کو ایک دوسرے کے قریب لاتا ہے۔ مثال کے طور پر گزشتہ تین ماہ میں ملک کے مختلف صوبوں میں دعوت وارشاد کے مقامی ذمہ داروں کی جانب عوام کی رہنمائی کے لیے کئی اجتماعات اور مجالس کا انعقاد کیا گیا تھا۔ جس میں چند صوبے یہ ہیں: "میدان وردگ میں 43 مجالس، غزنی میں 55، زابل میں 21، اروزگان میں 46، قندہار میں 38، فراہ میں 43، ہلمند میں 20، فاریاب میں 49 اجتماع منعقد کیے گئے۔ اس طرح کے اجتماع دیگر صوبوں میں بھی عوامی مقبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ ہر اجتماع میں حالات اور ذمہ داریوں کے حوالے سے رہنمائی کی گئی۔ امارت اسلامیہ کے اہداف

اس میں شک نہیں مسلط کردہ غلام ادارے میں ان کا شریک ہونا جس شعبے میں بھی ہو غیر شرعی اور ملک وملت کے لیے نقصان دہ ہے۔ یہ عمل جارحیت پسندی سے ایک قسم کا تعاون ہے۔ یہ سنبھلنے کا وقت ہے۔ ایسا نہ ہو اسی حالت میں موت آجائے۔ پھر تو واضح ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں جگہوں میں برباد ہوں گے۔ اللہ تعالی نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے یہود ونصاری کی بری خصلتیں، ان کے مذموم مقاصد اور ان کی خفیہ سازشیں بیان کی ہیں۔ یہ واضح کیا ہے کہ ان سے دوستی کسی صورت بھی مسلمانوں کے مفاد میں نہیں۔ یہ تو مسلمان کی شان کے خلاف ہے کہ اسلامی نظام کے خاتمے، جہاد کو ناکام بنانے اور مسلمانوں اور مجاہدین کو مارنے، قید کرنے اور ایذا پہنچانے میں ان کافروں سے تعاون کرے اور چند روپوں کی خاطر ان کا ہر ظالمانہ اور کفریہ حکم مانے۔

بتائے گئے۔ ان پروگراموں میں بعض ایسے بھی تھے، جن میں ایک ہزار سے زیادہ افراد نے شرکت کی۔

سوال: جو لوگ دشمن کی صفوں سے الگ ہوتے ہیں، امارت اسلامیہ کی جانب سے ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا جاتا ہے۔ انہیں کیسے یقین ہوتا ہے ان کو نقصان نہیں پہنچایا جائے گا اور ان کی مکمل حفاظت ہوگی۔

جواب: امارت اسلامیہ کے ذمہ داران کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے وہ اپنے وعدے پورے کرتے ہیں۔ آنے والے افراد امارت کا ماضی دیکھ کر وعدوں پر مطمئن رہتے ہیں۔ امارت اسلامیہ نے ان کے اطمینان کے لیے یہ کمیشن بنا رکھا ہے ان لوگوں کو خوب عزت دی جائے۔ ان کو جان، مال اور عزت کی حفاظت کا اطمینان دلایا جائے۔ مزید اطمینان کے لیے اکثر لوگوں کو امارت اسلامیہ کی جانب سے جاری کردہ کارڈ اور "معاہدہ نامہ" دیا جاتا ہے۔ متعلقہ شعبہ جات کو ان کا تعارف کرایا جاتا ہے تاکہ ان کی طرف سے بھی اطمینان دلایا جائے اور مجموعی طور پر آنے والے تمام افراد اطمینان کی فضا میں جی سکیں

سوال: حال ہی میں دشمن اہل کاروں کے ہتھیار ڈالنے کے واقعات میں تیزی آئی ہے۔ اس کے کیا عوامل ہیں؟

جواب: اس کی اَور بھی بہت ساری وجوہات ہوں گی، مگر بڑی وجہ یہ ہے کہ انہیں جارحیت پسندوں کی اصلیت معلوم ہوگئی ہے۔ ان کا یقین پختہ ہو چکا ہے کہ یہ لوگ اپنی باتوں میں جھوٹے ہیں۔ یہ دین اور اسلام کے سخت دشمن ہیں۔ یہ کبھی بھی افغانستان اور یہاں کے عوام کی خوش حالی نہیں چاہتے۔ یہ ہمیشہ اسی کوشش میں رہتے ہیں کہ کسی طرح افغانوں کو ذلیل کیا جائے تاکہ غلامی ان کی مجبوری بن جائے؟! بلکہ امارت اسلامیہ بھی اب کسی بھی کاروائی سے قبل انہیں سمجھانے کو ترجیح دیتی ہے۔ دعوت وارشاد کمیشن نے فیصلہ کیا ہے اپنے مجاہدین کو اس بات پر تیار کریں جہاں تک ممکن ہو، دھوکہ کھائے ہوئے ہم وطنوں کو نشانہ بنانے سے پرہیز کریں۔ الحمدللہ! مجموعی طور پر تمام مجاہدین دعوت وارشاد کے ساتھیوں کے ساتھ جلب وجذب کے شعبے میں تعاون کرتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ دعوت وارشاد کے کارکنوں نے خصوصی طور پر اس سال ملک کے مختلف علمائے کرام، خطباء، مدرسین، بارسوخ قومی رہنماؤں، نیک سیرت جہادی کمانڈروں، عصری تعلیمی اداروں کے سربراہان، مشہور اساتذہ اور ادب وثقافت کی معروف ہستیوں سے گفت وشنید کی۔ انہیں اس بات پر تیار کیا کہ وہ اپنی ذمہ داری ادا کرنے پر تیار ہوں اور فریب خوردہ ہم وطنوں کو سمجھانے کے لیے اپنی صلاحیتیں بروئے کار لائیں۔ الحمدللہ! انہوں نے اچھا تاثر لیا اور آمادگی کا اظہار کیا۔ نظر آتا ہے کہ وہ اپنا کام اخلاص سے کر رہے ہیں۔

سوال: لوگوں کو اعتراض ہے دعوت اور معافی کی پالیسی سے دشمن کے شرپسند افراد نے غلط فائدہ اٹھایا ہے۔ ضرورت پڑنے پر مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالتے ہیں اور جب علاقے میں دشمن کی طاقت بڑھ جاتی ہے تو پھر دشمن کی صف میں چلے جاتے ہیں۔ آپ ایسے لوگوں کی سازش کیسے ناکام بنائیں گے؟

جواب: اسلام اپنے دعوت کے آغاز سے اب تک یہ خصوصیت رکھتا ہے جو بھی باطل کی صف سے الگ ہو کر اس معاشرے سے جڑ جائے۔ آزاد، خودمختار اور برکتوں بھری زندگی کا مزا چکھ لے۔ مجاہدین اور رہنماؤں کی عاجزی وانکساری، وفاداری اور اخلاق دیکھ لے، وہ کبھی واپس جانے کی کوشش نہیں کرتا۔ اب تک آنے والے ہزاروں افراد میں سے کسی کے بارے میں بھی تحقیقی شواہد نہیں ملے کہ کوئی نکلنے کے بعد واپس چلا گیا ہو۔ ایسا ہو بھی تو شاذونادر ہوگا۔ ایسا ہوتا ہے کہ بڑے شہروں میں چھوٹے واقعات پیش آتے رہتے ہیں، جو قابل تشویش نہیں۔ مگر اس کے باوجود کارکنوں کو قیادت کی جانب سے ہدایت ہے کہ ایسے لوگوں کے ہتھیار ڈالتے وقت پوری باریکی سے چھان بین کریں۔

سوال: آپ کا امارت اسلامیہ کے ایک داعی کارکن کی حیثیت سے عوام کے نام کیا پیغام ہے؟

جواب: تمام غیور مسلمانوں کو میرا یہ پیغام ہے: "آپ جس طرح گزشتہ تیرہ سالوں سے اپنے بہادر اور سرفروش مجاہدین کے شانہ بشانہ کھڑے رہے۔ اللہ کی رضا کی خاطر ہر طرح کے مظالم، بمباریاں، شہادتیں اور قید وبند کی صعوبتیں جھیلیں، اب جب کہ صلیبی اور ان کے کٹھ پتلی شکست کی دہلیز پر کھڑے ہیں، تو اب بھی مجاہدین کے کندھے سے کندھا ملائے کھڑے رہو! اس فخریہ لمحے میں ان کا ساتھ دو! دنیوی اور اخروی سعادت کے لیے کسی طرح کی مالی وجانی قربانی سے دریغ نہ کرو! عوام کو اپنے ملک ومذہب کے تحفظ اور آزادی کے لیے اسی طرح حصہ لینا چاہیے، جس طرح ان کے آباء واجداد نے انگریزوں کی جارحیت کے وقت جہاد میں اپنا حصہ ڈالا تھا۔ قربانی اور سرفروشی کے لیے اسی طرح تیار رہو، جس طرح روسی جارحیت کے وقت

تمہارے باپ دادا نے قربانیاں دیں۔ ہجرت، قید اور ہر طرح کی بربادیاں برداشت کیں۔ موجودہ جارحیت سابقہ استعمار پسندی سے زیادہ خطرناک ہے۔ عوام کو اس بات کا پختہ یقین کر لینا چاہیے امریکی اور ان کے ساتھی افغانستان کے مسلمانوں، بلکہ پوری اسلامی دنیا کے سخت دشمن ہیں۔ وہ کبھی بھی اہلِ اسلام کے ہمدرد نہیں ہوسکتے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کے کلام میں وضاحت موجود ہے۔ ان کی دوستی جس صورت میں بھی ہو یا ان کی جارحیت کے دوران آرام سے بیٹھنا دنیا و آخرت کے لیے نقصان دہ ہے۔ اس مصیبت سے جان چھڑانے کا راستہ صرف وہی ہے، جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی تاکید کی تھی۔ جہاد کی نیت سے اسلحے کا استعمال اور ہمت وغیرت اپنانے کی صورت میں غیبی مدد کا وعدہ کیا گیا ہے۔ الحمد للہ! ایسا سب ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں اور دیکھ رہے ہیں۔

ہم وطنوں کو یہ اطمینان رکھنا چاہیے کہ طالبان قوم کے صالح بیٹے اور ان کے ہمدرد بھائی ہیں۔ طالبان نے بے مثال قربانیاں دی ہیں۔ وہ سرفروشی کے میدان میں عالمی طاقت کے سامنے کھڑے ہیں۔ ان کا مقصد اپنی ایمانی ذمہ داری ادا کرنا اور اللہ کی رضا حاصل کرنا ہے۔ ان کی آخری خواہش یہی ہے کہ اسلامی سرزمین کو شیطانی لشکروں سے آزاد کرایا جائے۔ عوام کے مذہبی مفادات، جان، مال اور عزت وناموس کا تحفظ کیا جائے۔ یہ مفادات طالبان کے نہیں، بلکہ تمام ہم وطنوں کے ہیں۔ عقلی اور نقلی دلائل کی روشنی میں جہاد تمام ہم وطنوں کے مفادات اور ایک طرح کی دینی اور دنیوی ضرورت ہے۔ اس لیے عوام کو طالبان کے ساتھ دل کی گہرائیوں سے مکمل تعاون جاری رکھنا چاہیے۔ اس حوالے سے دشمن کے پروپیگنڈے پر کان نہ دھرا جائے۔ ان کا پروپیگنڈا انتہائی خطرناک ہتھیار ہے۔ وہ جہاد کو دہشت گردی اور طالبان کو دہشت گرد کا نام دیتے ہیں۔ اسلام کو قابلِ نفرت اور جمہوریت کو آزادی پسند اور مفید نظام بتاتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ مادیت اور طاقت کے نشے میں چور کرپٹ انتظامیہ میں کام کرنے والے افراد بھی ہمارے ہم قوم ہیں۔ اسلام کے عظیم خادم عالی قدر امیر المؤمنین حفظہ اللہ کی جانب سے ان کے لیے معافی کا اعلان کیا گیا ہے۔ یہ کمیشن انہی کے لیے تشکیل دیا گیا ہے۔ آپ کے دوست، رشتہ دار یا دیگر متعلقین اگر کابل انتظامیہ میں کام کر رہے ہیں تو انہیں اطمینان دلائیں۔ انہیں آزاد زندگی کے فوائد سے آگاہ کریں۔ ایسے لوگ حق راست پر طالبان کے ہم دم و دم ساز بننا چاہیں تو ان کے لیے ہم نے عام ٹیلی فون نمبر اور ای میل ایڈریس بھی رکھا ہوا ہے۔ وہ کمیشن کے ذمہ داران سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

فون: 0093708298195

ایمیل ایڈرس: iea.dawat@yahoo.com

سوال: آپ کا ان لوگوں کے لیے کیا پیغام ہے، جو دشمن کی صفوں میں ہیں اور مختلف عوامی وعسکری شعبوں میں کام کر رہے ہیں؟

جواب: اس میں شک نہیں مسلط کردہ غلام ادارے میں ان کا شریک ہونا جس شعبے میں بھی ہو غیر شرعی اور ملک وملت کے لیے نقصان دہ ہے۔ یہ عمل جارحیت پسندی سے ایک قسم کا تعاون ہے۔ یہ سنبھلنے کا وقت ہے۔ ایسا نہ ہو اسی حالت میں موت آجائے۔ پھر تو واضح ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں جگہوں میں برباد ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے یہود ونصاریٰ کی بری خصلتیں، ان کے مذموم مقاصد اور ان کی خفیہ سازشیں بیان کی ہیں۔ یہ واضح کیا ہے کہ ان سے دوستی کسی صورت بھی مسلمانوں کے مفاد میں نہیں۔ یہ تو مسلمان کی شان کے خلاف ہے کہ اسلامی نظام کے خاتمے، جہاد کو ناکام بنانے اور مسلمانوں اور مجاہدین کو مارنے، قید کرنے اور ایذا پہنچانے میں ان کافروں سے تعاون کرے اور چند روپوں کی خاطر ان کا ہر ظالمانہ اور کفریہ حکم مانے۔

کابل انتظامیہ میں شریک لوگوں کو حقائق کا ادراک کرنا چاہیے۔ خود بھی ہلاکت سے بچیں اور اپنے مظلوم عوام کی جان سے دور رکھیں۔ موجودہ انتظامیہ اور جارحیت پسندوں کے ہاتھوں سے جتنے لوگ مرتے ہیں، دھتکارے جاتے ہیں، ذلیل کیے جاتے ہیں یا لوٹ لیے جاتے ہیں... ان سب میں انتظامیہ کے کارکن شریک ہیں۔ اگر یہ لوگ کابلی حکومت کے ساتھ کام نہ کریں تو امریکی کچھ بھی نہیں کرسکتے۔ وہ ضرور بھاگنے پر مجبور ہوں گے۔ دوسرا یہ کہ کب تک ایسی بے مزہ اور شرمناک زندگی گزاریں گے۔ افغانستان کے قومی مفادات اور تمام صحیح خواہشات کا حل آزاد اسلامی نظام میں ہے، جن کا حصول جارحیت پسندوں کے انخلا کی صورت ہی میں ممکن ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے اس تاریخی بدبختی سے جان چھڑائی جائے۔ اپنی ایمانی اور ملّی ذمہ داری سمجھتے ہوئے کفار سے تعاون اور ان کی غلامی سے دست بردار ہوا جائے۔ آسان، خود مختار، آزاد اور باعفت زندگی بسر کی جائے

گوریلا جنگ سے محاذ تک!

خبیر احمد م

ایسے حالات میں جہاں مجاہدین نے 14 سالوں کے دوران جارحیت پسندوں اور ان کی کٹھ پتلیوں کا سارا زور اور رعب گوریلا حملوں کے ذریعے خاک میں ملادیا ہے، وہیں اللہ تعالی کی نصرت سے عالمی استعمار کے تکبر وغرور کا محل بھی پیوند خاک ہوگیا ہے۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں مجاہدین نے گوریلا حملوں کے ساتھ محاذوں کے قیام کا مرحلہ بھی سر کرلیا ہے۔ دشمن کو گزشتہ ایک ماہ سے بڑے بھاری حملوں کا سامنا ہے۔ اس کے وسیع علاقے بھی مجاہدین کے ہاتھ آگئے ہیں۔ اگست میں صوبہ نورستان کے بہادر مجاہدین نے دیگر فتوحات اور جہادی کامیابیوں کے ساتھ ایک کامیاب اور تاریخی حملے کے سلسلے میں اسی صوبے کا سب سے اہم ضلع "دوآب" بھی فتح کرلیا۔ جس میں درجنوں کٹھ پتلی فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ بہت سے فوجی جنگی قیدی بنائے گئے۔ اس کے علاوہ مجاہدین کو لاجسٹک مواد کے ذخائر، اہم جنگی وسائل اور طرح طرح کا ہلکا و بھاری اسلحہ بھی غنیمت میں ملا۔ دوسری بڑی کامیابی صوبہ زابل کی تھی۔ اس صوبے کے بہادر و سرفروش مجاہدین نے 9 دن مسلسل لڑائی کے بعد صوبہ زابل کا سب سے اہم ضلع "نوبہار" اور اس کا مضافاتی علاقہ فتح کرلیا۔ اب یہ صوبہ دوبارہ امارت اسلامیہ کا حصہ بن گیا ہے اور وہاں امارت اسلامیہ کا سفید پرچم لہرا رہا ہے۔ یہ سب اللہ کی خاص عنایت ہے۔

اگرچہ اس طویل جنگ کے دوران دشمن نے باربار کوشش کی تھی کہ مجاہدین کے حملوں کا راستہ روکا جائے۔ دشمن نے جنگ کے آخری روز کابل اور قندہار سے لاجسٹک وسائل اور سینکڑوں فوجیوں سے لدی ڈیڑھ سو گاڑیوں کا کانوائے کمک کے لیے روانہ کیا۔ مگر اللہ تعالی کی نصرت سے اس سب کے باوجود یہ ضلع مجاہدین کے قبضے میں آگیا۔ اسی طرح ملک کے شمالی خطے قندوز، فاریاب اور مشرقی ننگرہار کے ضلع 'حصارک' میں بھی مجاہدین کے اجتماعی حملوں کے ذریعے کابل انتظامیہ اور نیشنل آرمی کو اپنی قوت کے باوجود شرمندگی سے پسپا ہونا پڑا۔ ضلع فاریاب کے متعلق ذرائع ابلاغ میں خبر مکمل وضاحت کے ساتھ دی گئی تھی: "یہ ضلع طالبان کے زیر قبضہ ہے۔ اگر انتظامیہ نے توجہ نہ دی تو فاریاب کا اکثر علاقہ طالبان کے ہاتھوں میں چلاجائے گا!"

اگست میں جارحیت پسندوں کے لیے ایک اور لرزہ خیز واقعہ پیش آیا۔ ایک افغان غازی نے کابل ہوائی اڈے کے قریب "بی بی مہرو" کے علاقے میں ایک اہم فوجی کمانڈر "متیو لیگیٹ" کی گردن پر چھری چلادی، جس سے وہ کمانڈر جہنم واصل ہوگیا۔ اللہ تعالی نے اس غازی کو لوگوں کے ذریعے سے ظالموں سے نجات دلائی۔

عسکری امور کے ماہرین کے مطابق دو تین ہفتوں کی یہ کامیابیاں اطمینان دلاتی ہیں اب جارحیت پسندوں کا بیڑا ڈوبنے کے قریب ہے۔ ان کے شیطانی جال اور تزویراتی حیثیت پامال ہونے کو ہے۔ جارحیت پسندوں کے حوصلے ٹوٹ رہے ہیں۔ سب سے واضح حقیقت اور خوش خبری یہ ہے کہ دشمن کو گوریلا جنگ کے علاوہ محاذوں کے قیام اور گروپ حملوں سے بہت زیادہ نقصان پہنچا ہے۔ کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ ہمیشہ یہ کہتی رہی ہے "مجاہدین بس ہنگامہ خیز اور بے سروپا جنگ لڑسکتے ہیں۔" مگر حالیہ فتوحات نے یہ ثابت کردیا کہ طالبان دشمن کے اندازوں کے برخلاف محاذوں اور گوریلا جنگ دونوں کی قیادت کررہے ہیں۔ والحمدللہ علیٰ ذلک۔

مسئلہ افغانستان

اور تیسری عالمی تہذیبی جنگ

اکرم تاشفین

تیسری عالمی جنگ کا خدشہ پہلی بار امریکی دانشور سیموئیل پی ونٹنگٹن نے ظاہر کیا۔ ان کا خیال ہے کہ دنیا میں مختلف اقوام اور تہذیبوں کے درمیان تعلقات کسی وقت جاکر ایک عالمی جنگ کی شکل اختیار کرلیں گے۔ یہ جنگ مختلف تہذیبوں کے درمیان ایک عالمی جنگ ہوگی۔ ان کے اس خیال کے بعد دیکھتے ہی دیکھتے یہ موضوع پوری دنیا میں موضوع سخن بن گیا۔ اس موضوع پر پہلی کتاب CLASH OF CIVIZATIONS اسی شخص نے لکھی اور اس کو باقاعدہ تحقیقی اور فکری انداز میں موضوع سخن بنایا۔ تہذیبی بنیاد پر پوری دنیا میں ایک بڑی جنگ کا امکان پہلی بار اسی شخص نے ظاہر کیا۔ جس سے لوگوں میں خوف، دہشت، توہمات، خدشات اور ممکنہ حل کے متعلق سوچ پیدا ہونے لگی۔

مصنف کا کہنا ہے کہ میں نے 1992 میں اس فکر کو واشنگٹن کے ایک ادارے امریکن انٹرپرائز انسٹیٹوٹ میں ایک لیکچر میں عوام کے سامنے پیش کیا تھا۔ اسی لیکچر کو بعد میں ایک امریکی ادارے نے ایک مضمون کی صورت میں شائع کیا۔ اس مضمون کی اشاعت کے بعد امریکا بھر سے سکالرز، حکومتی اہلکاروں اور زندگی کے دیگر شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے ساتھ بے شمار سیمینارز اور میٹنگوں میں اس موضوع یعنی "تہذیبوں کا تصادم" کے حوالے سے مجھے بحث ومباحثہ کرنا پڑا۔ مصنف کا دعوی ہے کہ اس مضمون کی اشاعت کے بعد بہت سے ممالک میں انہیں اس موضوع پر بحث کے لیے مدعو کیا گیا جن میں ارجنٹائن، بلجیئم، چین، فرانس، جرمنی، برطانیہ، کوریا، جاپان، لکسمبرگ، روس، سعودی عرب، سنگاپور، جنوبی افریقا، سپین، سویڈن، سوئٹزرلینڈ اور تائیوان شامل ہیں۔

اس کے بعد 1993 میں امریکی میگزین "فارن افیئرز" میں اس موضوع پر ان کا مضمون چھپا جس نے قارئین میں ریکارڈ پذیرائی حاصل کی۔ بقول مصنف "اس رسالے کے مدیروں کا کہنا ہے کہ میرے اس مضمون کی اشاعت کے تین سال بعد تک اتنی زیادہ بحثوں نے جنم لیا کہ 1940 سے لے اب تک انہوں نے جتنے بھی مضامین شائع کیے ہیں ان میں کوئی ایک بھی اتنا زیادہ موضوع بحث نہیں بنا۔ میری بھی کوئی دوسری تحریر اس مضمون کی طرح وسیع حد تک موضوع بحث نہیں بن سکی"۔ اس مضمون میں دنیا بھر میں مختلف تہذیبوں کے درمیان بڑھتے ہوئے تعلقات کی وجہ سے مستقبل میں ان کے ٹھکراو کا خیال پیش کیا گیا تھا۔ اور اس حوالے سے کچھ سوالات اٹھائے گئے تھے۔ ان سوالات نے اور بہت سی بحثوں کو جنم دیا۔ جس کے بعد اس موضوع پر باقاعدہ کتاب کی ضرورت محسوس کی گئی۔

"تہذیبوں کا تصادم" کا یہ مرکب لفظ اب زبان زد خاص وعام ہوچکا ہے مگر تہذیبوں کے درمیان جنگ کیوں ممکن ہے؟ یہ جنگ کس طرح ہوگی؟ اور وہ کونسی تہذیبیں ہیں جو اس جنگ میں شریک ہوں گی؟ اور اس عالمی جنگ میں شریک ہر تہذیب اس وقت کس پوزیشن پر ہے؟ اس حوالے سے مصنف نے تفصیلی قلم اٹھایا اور اس موضوع پر سب سے زیادہ سمجھنے کی چیز یہی ہے۔ کتاب کو پانچ بڑے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ آخری حصہ جس کا عنوان "تہذیبوں کا مستقبل" ہے زیادہ پڑھنے کی چیز ہے۔ اس کتاب میں مستقبل میں ہونے والے عالمی تہذیبی جنگ کے متعلق تمام تہذیبی طاقتوں کے تاریخی پس منظر اور موجودہ پوزیشن کا وسیع انداز میں تجزیہ کیا گیا ہے اور مستقبل میں جو عالمی جنگ چھڑنے والی ہے اس کے فریقوں اور ممکنہ اتحادوں کا خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ اس حصے میں مغرب کے متعلق بہت سے چشم کشا اور اعترافی حقائق کا ذکر کیا گیا ہے۔ موجودہ صورتحال میں مسلم دنیا خصوصا افغانستان پر امریکا اور ناٹو کے اشتراک سے ہونے والی جارحیت کا پس منظر سمجھنے کے لیے کتاب کے اس حصے کا مطالعہ انتہائی ضروری ہے۔ "تہذیبوں کا تصام" کے اس آخری حصے میں دو چیزیں قابل غور ہیں۔ ایک چیز تو یہ کہ جہاں مصنف نے پوری کتاب میں جگہ جگہ مذہب کے لفظ کو تہذیب کے لبادے میں ملفوف کرکے پیش کیا ہے اس حصے میں اس عالمی جنگ کا مذہبی پہلو واضح ہوکر سامنے آگیا ہے۔ دوسرا یہ کہ مصنف نے اس حصے میں مغربی تہذیب کے زوال اور تباہی کے متعلق واشگاف الفاظ میں اعتراف کیا ہے،

اس کے اسباب کا واضح الفاظ میں ذکر کیا ہے اور امریکا اور یورپ کو اپنے مستقبل کے تحفظ کے لیے بیدار کرنے کی کوشش کی ہے۔

CLASH OF CIVIZATIONS جیسا کہ اس کتاب کے نام سے ظاہر ہے کہ مستقبل میں ہونے والی ممکنہ عالمی جنگ تہذیبوں کی بنیاد پر ہو گی۔ کیوں کہ آج کی دنیا میں جن تہذیبوں کے درمیان اختلافات چل رہے ہیں یہ اختلافات رفتہ رفتہ بڑھتے جائیں گے جس سے مستقبل میں دنیا دو حصوں پر تقسیم ہو جائے گی اور دونوں میں ایک خطرناک جنگ چھڑ جائے گی۔ تہذیب جن چیزوں سے تشکیل پاتا ہے ان میں سب سے پہلی چیز مذہب ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ عالمی تہذیبی جنگ میں سب سے پہلا کردار بھی مذہب کا ہی ہو گا۔ کتاب کے پہلے حصے کا پہلا پہلا پیراگراف کچھ یوں ہے:

"سرد جنگ کے بعد لوگوں کے تشخص اور ان کے علامات میں ڈرامائی نوعیت کی تبدیلیوں کا آغاز ہوا۔ عالمی سیاست ایک نئے انداز سے ثقافتی خطوط پر استوار ہونا شروع ہو گئی۔ پرچم بلند سے بلند تر اور درست رخ سے ہواوں میں لہرانے لگے اور روسی اور دوسرے ملکوں کے لوگ پہلے سے زیادہ متحرک اور بیدار ہونا شروع ہو گئے۔ سرد جنگ کے بعد دنیا میں پرچم اور ثقافتی تشخص کی دوسری علامات اہمیت اختیار کر گئیں۔ جن میں شامل ہیں صلیب، ہلال اور لڑکیوں کے اسکارف"۔

اس پیرے میں سرد جنگ کے بعد ہلال اور صلیب (یعنی مذاہب) کے بڑھتے ہوئے کردار کا تذکرہ بہت واضح الفاظ کیا گیا۔ "کثیر قطبی کثیر تہذیبی دنیا" کے عنوان سے پہلے حصے میں ایک اور جگہ یوں لکھتے ہیں۔

"ہر تہذیب اپنی اپنی تہذیبوں کی ریاستوں اور گروہوں کو مدد دیتی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ صومالیہ میں قبیلوں کے جھگڑے یا روانڈا، برونڈی میں قبائلی جھگڑے بڑے پیمانے پر نقصان دہ ثابت نہیں ہو سکتے، تاہم بوسنیا، وسط ایشیا، قفقاز یا کشمیر میں ہونے والے تہذیبوں کے تصادم بڑی جنگوں میں بدل سکتے ہیں"۔

اسی حصے میں آگے ایک جگہ لکھتے ہیں:

سرد جنگ کے دور میں آہنی پردہ (Ironcurtain) نے یورپ کو تقسیم کر دیا تھا مگر سرد جنگ کے بعد یورپ کی تہذیبی سرحد کے ایک طرف مغربی عیسائیت ہے اور دوسری طرف مسلمان اور آرتھوڈوکس ملک ہیں"۔

دوسرے باب میں "ایک کثیر تہذیبی دنیا" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

"ایڈورڈ موڈیم کے بقول مذہب بین الاقوامی معاملات میں زیادہ شمولیت حاصل کرتا جا رہا ہے۔ مغربی سیاسی نظریات کے بین الاقوامی تصادم کی جگہ ثقافت اور مذہب کے بین الاقوامی تصادم سامنے آ رہے ہیں"۔

1988 "ء سے 1993 کے درمیانی عرصے میں نظریاتی اصطلاح "آزاد دنیا" کا استعمال گھٹ گیا اور تہذیبی اصطلاح "مغرب" کا استعمال بڑھ گیا۔ تہذیبی مفہوم کی دوسری جو اصطلاحیں رواج پا رہی ہیں ان میں سے اسلام بطور ایک ثقافتی نظام، عظیم چین، عظیم روس اور یورپی یونین شامل ہیں"۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

تہذیبوں کو تشکیل کرنے والا مرکزی عامل مذہب ہوتا ہے۔ کرسٹوفر ڈاسن کے بقول "عظیم مذہب وہ بنیاد ہوتے ہیں جن پر عظیم تہذیبیں استوار ہوتی ہیں"۔ "ویر" نے جن پانچ عالمی مذاہب کا ذکر کیا ہے ان میں سے چار مذہب یعنی عیسائیت، اسلام، ہندومت اور کنفیوشس مت عظیم تہذیبوں کی بنیاد ہیں۔

کوئی بھی تہذیب دوسری تہذیب سے سب سے پہلے مذہب اور اس کے بعد زبان کی بنیاد پر الگ ہوتی ہے۔ مندرجہ بالا اقتباسات کا مقصد عالمی تہذیبی جنگ میں تہذیب کے اسی اولین عامل "مذہب" کا کردار ہائی لائٹ کرنا ہے۔ مضمون کا دامن تنگ ہونے کی وجہ سے پوری کتاب میں سے انہیں پانچ اقتباسات پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔ مصنف نے پوری کتاب میں جابجا مختلف مباحث میں مذہب کے کردار کو نمایاں کر کے بیان کیا ہے۔ آخری حصے میں جہاں انہوں نے مباحث کو سمیٹتے ہوئے نتائج کا ذکر کیا وہاں تو انتہائی واشگاف الفاظ میں اعلان کیا ہے۔ "تہذیبوں کا مستقبل" کے عنوان سے پانچویں حصے میں ایک ذیلی مگر کتاب کا سب سے آخری عنوان "تہذیبی جنگ اور نظام" کا پہلا پیراگراف ملاحظہ کیجئے:

"بڑی تہذیبوں کی مرکزی ریاستوں کے مابین کسی عالمی جنگ کا امکان موجود ہے گو یہ یقینی نہیں ہے۔ ایسی کوئی جنگ مختلف تہذیبوں کے فریقوں کے مابین ہونے والی تقسیم خط کی جنگ سے شروع ہو سکتی ہے۔ غالب امکان تو یہی ہے کہ ایسی جنگ میں ایک طرف مسلمان ہوں اور دوسری طرف غیر مسلم" اس پیراگراف میں صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ تیسری عالمی جنگ اسلام اور کفر کے درمیان ہونے والی ہے۔ اسلام اور کفر کی اس جنگ میں اسلامی تہذیب کے مقابلے میں صف اول میں مغرب کھڑا ہو گا، مغرب جس کا وجود یورپی اور امریکی تہذیب سے عبارت ہے۔ مصنف نے کتاب کے اس آخری حصے میں مغرب اور امریکا کی "تہذیبی" کمزوریوں کی نشاندہی بھی کی ہے۔ ایک طرح سے غور کیا جائے تو مصنف نے اس تنقیدی جائزے میں تہذیبی سے زیادہ مذہبی کمزوری پر گرفت کی ہے۔ مغربی تہذیب کے حوالے سے بہت سی خامیوں کی انہوں نے نشاندہی کی ہے جو ہمارے ان مسلمان بھائیوں کے لیے جو مغربی کلچر کو اپنی ترقی کا آخری معراج سمجھتے ہیں خود ایک مغربی شخص کی زبانی اعتراف جرم کی حیثیت رکھتا ہے۔ مگر مصنف نے یہاں

عید الاضحیٰ کی مناسبت سے

عالیقدر امیر المومنین کا پیغام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ أکبر اللہ أکبر، لا إله إلا الله والله أکبر، الله أکبر ولله الحمد

الحمد لله وحده، ونصر عبده وأعز جنده وهزم الأحزاب وحده لا إله إلا الله ولا نعبد إلا إياه مخلصين له الدين ولو كره الكافرون، والصلوة والسلام على من لا نبي بعده وعلى آله وصحبه أجمعين وبعد :

فقال الله جل وعلا: {وَاذْكُرُوا إِذْ أَنتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَن يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَاكُمْ وَأَيَّدَكُم بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ} الأنفال.٢٦

افغانستان کی مومن اور مجاہد عوام! عزت اور آزادی کی خاطر لڑنے والے مجاہدو! اور دنیا کے تمام مسلمان بھائیو اور بہنو! سب کو عید الاضحیٰ مبارک ہو۔ اللہ تعالی جل جلالہ اس کی رضا کی خاطر ہونے والی آپ کی تمام طاعات اور قربانیاں اللہ تعالی قبول فرمائے۔

مجاہد عوام!

جارحیت کے خلاف آپ لوگوں کے جہاد اور بے دریغ قربانیوں نے اللہ جل جلالہ کی نصرت سے امریکیوں اور ان کے مغربی اتحادیوں اور داخلی حامیوں کو شکست سے دوچار کر دیا ہے۔ افغانستان کے لیے ان کی ساری سٹریٹیجی غیر موثر اور تمام تر سیاسی کوششیں ناکامی کے ساتھ ساتھ واضح شکست اور رسوائی کا شکار ہو گئیں ہیں۔ امریکا کی قیادت میں ویلز میں ناٹو کا بے نتیجہ سربراہی اجلاس، افغانستان میں انتخابات کے عنوان سے حالیہ رسوائی اور امارت اسلامیہ کے مجاہدین کی مسلسل پیش رفت اس کا واضح ثبوت ہے۔

قابل قدر ہم وطنو!

آج آپ جان گئے ہوں گے کہ امریکی جارحیت پسندوں نے آپ لوگوں پر کتنے نااہل اور غیروں کے مفادات کے وفادار لوگوں کو مسلط کر دیا ہے۔ اور 13 سالوں کے اس دورانیے میں آپ نے دیکھ لیا کہ جارحیت پسند اور ان کے داخلی مزدوروں کی جانب سے عوام پر کتنے مظالم ڈھائے گئے۔

جارحیت کے سائے تلے انتخابات کے طویل سلسلے نے دکھادیا کہ ہر دن گذرنے کے ساتھ جارحیت پسندوں کے اعتماد اور حیثیت کو اور بھی زیادہ نقصان پہنچ رہا ہے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے کہا کہ عالمی دنیا اور افغان عوام نے دیکھ لیا کہ انتخابات کے نام پر جو پروپیگنڈا کیا جارہا تھا وہ محض عوام کے بہلانے کے لیے تھا۔ افغانوں کے ووٹ کی حیثیت محض نمائشی رہی۔ امریکی آج اپنی تاریخ کی سب سے طویل ترین جنگ میں مصروف ہیں۔ اس جنگ کے بے انتہا عسکری اور اقتصادی نقصانات اور عالمی سطح پر امریکی حیثیت میں کمی یہ سب امریکی زوال کی علامات ہیں۔ وہائٹ ہاوس کے جھنجھلائے ہوئے حکام مایوسی کی حالت میں اس ناکام جنگ کو جیتنے کی کوششیں کررہے ہیں۔ مگر ان کی جیت کے سارے امکانات معدوم ہوچکے ہیں۔ اور جن داخلی لوگوں کو وہ مجاہدین کے خلاف لڑاتے ہیں وہ بھی اپنا حوصلہ ہار چکے ہیں اور آپس میں گہرے اختلافات کا شکار ہیں۔

مجاھدین بھائیو!

دشمن کو مزید دباؤ میں لانے اور جہادی مزاحمت سے مطلوبہ نتائج مزید اچھے طریقے سے حاصل کرنے کے لیے ذیل کی ہدایات پر سختی سے عمل کریں۔

اپنے جہادی صف کے اتحاد پر خصوصی توجہ دیں۔ عوام کے ساتھ اچھے اخلاق، نرمی اور قریبی تعلقات کا سلسلہ اور بھی مضبوط کریں۔ کیوں کہ اللہ تعالی کی مدد کے بعد ہماری تمام تر جہادی کامیابیاں اسی عوامی حمایت کا نتیجہ ہیں۔ اللہ تعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

{ هُوَ الَّذِيَ أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ } الأنفال ٦٢

ترجمہ: "اللہ تعالی وہی ذات ہے جس نے اپنی مدد اور مومنوں کے وسیلے سے آپ کی مدد کی"۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عام مسلمانوں کا تعاون حاصل کرنا کامیابی کے حصول کے لیے انتہائی اہم ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالی نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ایک انعام کی طرح سے اس کا ذکر کیا ہے۔ اس لیے مجاہدین اور عوام جہادی امور کی پیش رفت کے لیے نظریے اور عمل کا اتحاد برقرار رکھیں۔ ان شاءاللہ جہادی کامیابیوں کا گراف اور بھی اونچا ہوگا اور دشمن پر اس کا اثر اور بھی زیادہ ہوگا۔

چونکہ جارحیت پسندوں کو شکست کا سامنا ہے اس لیے اب وہ ان کوششوں میں ہیں کہ افغان عوام کے درمیان مختلف تنظیمی، قومی، لسانی، علاقائی اور مذہبی اختلافات کو ہوا دے کر ان کو آپس میں لڑائیں اور ان سے اپنی شکست کا بدلہ لیں۔ ہمارے باشعور عوام اور مجاہدین کو کوشش کرنی چاہیے کہ دشمن کی یہ سازشیں ناکام بنادیں اور ایسے تمام امور سے بچیں جن سے افغان عوام کی یکجہتی کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

جارحیت پسند امریکا اور اس کے اتحادیوں سے ہمارے جہاد کا مقصد اللہ تعالی کی رضا کا حصول، اسلامی نظام کی حاکمیت، جارحیت کا خاتمہ، ملک کا دفاع اور بلاتفریق مصیبت زدہ عوام کی خوشحالی ہے۔ لہذا مجاہدین اپنے تمام جہادی پروگراموں کو اس طرح سے مرتب کریں کہ جس سے درجہ بالا اہداف کا حصول یقینی ہو۔

جہادی اور جنگی کامیابیوں کے لیے وہ تمام کوششیں جاری رکھیں جن سے جہاد کی صف میں قوت اور اتحاد پیدا ہو۔ امریکی اور داخلی جنگجوؤں کی صفوں میں داخل ہونے والے مجاہدین کے لیے حالات اور وسائل کی دستیابی اور دشمن کی صفوں سے بلند رتبہ حکام اور سیکیورٹی اہلکاروں کی دعوت کو اپنی اولین ترجیحات میں رکھیں۔ دشمن کی صفوں میں موجود مجاہدین کے گھروں اور بچوں کی تحفظ پر خصوصی توجہ دیں، اور جو لوگ دشمن کی صف سے علیحدہ ہوکر آئیں ان کو امن کے ساتھ اپنی بساط کے مطابق باعزت زندگی کے اسباب مہیا کریں۔

امارت اسلامیہ عسکری کوششوں کے ساتھ ساتھ بااعتماد عالمی جہات کے ساتھ مثبت روابط قائم کر کے بلند اہداف تک رسائی کی کوششیں کر رہی ہے۔
ہم نے اپنی آئندہ کی پالیسی کے حوالے سے اپنے نشریاتی ذرائع اور سیاسی دفتر کے ذریعے عالمی دنیا کو اپنا پیغام پہنچا دیا ہے۔ سیاسی حوالے سے تمام بیرونی اور داخلی حلقوں سے رابطوں اور تعلقات کا قیام صرف اور صرف سیاسی دفتر کی ذمہ داری ہے۔ قیادت کی اجازت کے بغیر کسی شخص یا ادارے کو امارت اسلامیہ کے نمائندہ کی حیثیت سے کسی بیرونی یا اندرونی فریق سے روابط قائم کرنے کا کوئی حق نہیں۔

امریکا اب تک افغانستان کے متعلق ناروا سلوک کا مرتکب ہو رہا ہے۔ امریکا کے علاوہ تمام عالمی حلقوں کے سامنے ہمارے موقف کی حقانیت واضح ہو چکی ہے۔ ان کے سامنے یہ واضح ہو چکا ہے کہ امارت اسلامیہ کو اپنے مذہب اور وطن کے دفاع کے لیے ہتھیار اٹھانے پر مجبور کیا گیا ہے اور یہ اس کا قانونی حق ہے۔ امریکا ہمارے خلاف جو بھی جھوٹے پروپیگنڈے کرتا ہے اس کے اثرات اب صرف اس کے متعلقہ حلقوں تک محدود ہوتے ہیں۔

ہم اپنے ملک کی دفاع کے لیے اس قانونی حق کا استعمال عسکری اور سیاسی کوششوں کی صورت میں آئندہ بھی جاری رکھیں گے۔ جارحیت کا خاتمہ، ملک میں مقتدرہ اسلامی حکومت کا قیام، عوام کو تحفظ کی فراہمی اور خوشحالی ان کوششوں کے بنیادی مقاصد میں سے ہے۔ ہماری یہ آرزو اللہ تعالی کی نصرت اور پھر اپنے مسلمان عوام کی قربانیوں کی بدولت پوری ہوگی۔ ہم اللہ جل جلالہ پر توکل کرتے ہیں اور اسی سے توفیق مانگتے ہیں۔

گذشتہ ماہ رمضان المبارک اور شوال المکرم کے مہینوں میں فلسطینی عوام کی بے مثال مزاحمت اور اس شدید معرکے میں فتح یابی تمام مسلمانوں کے لیے قابل فخر ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالی انہیں ہمیشہ متحد اور کامیاب رکھے۔ اسلامی دنیا کے معاملات میں امریکا کی بار بار مداخلت امریکا کی ناکام اور غلط پالیسیوں کا تکرار ہے جس سے تمام فریقین کو نقصان ہو گا۔

اس موقع پر میں تمام مسلمانوں سے سے امید رکھتا ہوں کہ عید اور قربانی کے ان مبارک ایام میں نادار اور بے آسرا ہم وطنوں، مجاہدین، مہاجرین، شہداء اور اسیروں کے خاندانوں، یتیموں اور بیواوں کو یاد رکھیں۔ اور حسب استطاعت عید کی خوشیوں میں ان سے تعاون کریں۔ ایسے مواقع پر اب تک جن اہل خیر نے لوگوں سے تعاون کیا ہے یا کر رہے ہیں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ انہیں اس کا بہت بہت اجر دے۔

آخر میں عید الاضحی کی مبارکباد کے ساتھ ساتھ مجاہدین کی حالیہ جہادی کامیابیوں کی بھی مبارکباد دیتا ہوں۔ اللہ تعالی اس عید کو افغانستان اور پوری اسلامی دنیا کی خوشحالی اور سکون کے لیے نیک شگون بنادے۔ اور کمزور مسلمانوں کو پوری دنیا میں ظالموں کے شر سے محفوظ فرمائے۔

والسلام

خادم اسلام امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد

۰۷/۱۲/۱۴۳۵

01-10-2014

"جام مینار" افغانستان کے تاریخی عظمت کی علامت

مغربی معاشرے پر تنقید کر کے دراصل تیسری عالمی جنگ اور اپنی تہذیبی بقا کے لیے انہیں بیدار کرنے کی کوشش کی ہے۔

مغرب کی اخلاقی اور تہذیبی حالت پر تنقید کرتے ہوئے مصنف نے کہا ہے کہ:

"معیشت اور آبادی سے کہیں زیادہ اہم چیز مغرب کا اخلاقی زوال، ثقافتی خودکشی اور سیاسی انتشار ہے، مغرب کا اخلاقی زوال درجہ ذیل حوالوں سے واضح ہے:

- غیر معاشرتی رویوں کا فروغ مثلاً جرائم، منشیات کا استعمال اور تشدد۔
- خاندان کا زوال، طلاق کی بڑھتی ہوئی تعداد، ناجائز تعلقات، ٹین ایج حمل اور واحد والد، والدہ پر مشتمل گھرانے۔
- امریکا میں سماجی سرمائے میں کمی۔
- ورک اخلاقیات کی عام کمزوری۔
- تعلیم اور فلسفیانہ سرگرمیوں سے کم ہوتی ہوئی دلچسپی۔"

یورپ میں مذہب کے زوال کے حوالے سے مصنف خبردار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مغربی تہذیب یورپ میں عیسائیت کی کمزوری سے کھوکھلی ہوتی جارہی ہے۔ اسی کی دہائی تک امریکا میں مذہبی احیاء کے ثبوت موجود نہیں تھے تاہم آنے والے برسوں میں مذہبی سرگرمیوں میں اضافہ ہوتا گیا۔ مغرب والوں میں عیسائیت کا زوال مغربی تہذیب کی بقا کے حوالے سے ایک طویل المدتی خطرہ ہے"۔

دوسری طرف امریکی معاشرے میں ضم ہونے والی بیرونی تہذیبوں کے ملاپ پر انہوں نے تنقید کی ہے۔ مصنف کا اصرار ہے کہ امریکی معاشرے میں موجود دیگر کلچرز کو امریکی تہذیب کا حصہ نہیں بنانا چاہیے۔ امریکی تہذیب اور سیاسی اصول آزادی، جمہوریت، انفرادیت پسندی، قانون کے سامنے سب کی برابری، آئین پسندی اور نجی ملکیت وغیرہ سے عبارت ہے۔ مصنف نے امریکی معاشرے میں موجود "تنوع" کو مسترد کر دیا ہے اور اسے امریکی تہذیب کی تباہی قرار دیا ہے۔ اسی حوالے سے لکھتے ہیں:

"جن ملکوں کے رہنماؤں نے اپنے ثقافتی ورثے کو رد کر کے اپنے ملک کے تشخص کو ایک تہذیب کی بجائے دوسری تہذیب سے متعین کرانے کی کوشش کی وہ کامیاب نہیں ہوئے۔ اس جگہ ان رہنماؤں نے کٹے ہوئے شیزو فرینیا زدہ ملک تخلیق کیے۔ امریکا میں موجود ملٹی کلچرلسٹ بھی ٹھیک ان لوگوں کی طرح اپنے ملک کے ثقافتی ورثے کا انکار کرتے ہیں۔ البتہ وہ امریکا کا تشخص کسی دوسری تہذیب سے متعین کرنے کی بجائے اسے ایک کثیر تہذیبی ملک میں ڈھالنا چاہتے ہیں جو ایسا ملک ہو جس کا کسی تہذیب سے کوئی تعلق نہ ہو اور جس کا کوئی ثقافتی مرکز نہ ہو۔ تاریخ بتاتی ہے کہ ان بنیادوں پر استوار کوئی ملک زیادہ عرصے تک متحد نہیں رہ سکتا۔ کثیر تہذیبی امریکا ریاست ہائے متحدہ نہیں بلکہ اقوام متحدہ ہوگا"۔

مصنف نے مغربی تہذیب اور مغرب کے دو حصوں یورپ اور امریکا پر تفصیلی تنقید کرنے کے بعد ممکنہ تیسری عالمی جنگ میں مغربی تہذیب کے تحفظ کے حوالے سے یورپ اور امریکا کو ہدایات دیتے ہوئے لکھا ہے:

1. آپس میں سیاسی، معاشی اور فوجی روابط کو وسعت دی جائے۔
2. دوسری تہذیبوں کے اختلافات سے فائدہ اٹھانے کے لیے اپنی پالیسیوں کو مربوط بنایا جائے۔
3. یورپی یونین اور ناٹو کو توسیع دی جائے
4. لاطینی امریکا کو ویسٹرنائز کیا جائے اور مغرب کے ساتھ لاطینی امریکی ملکوں کو قریبی اتحاد قائم کیا جائے۔
5. چین اور مسلمان ملکوں کی روایتی اور غیر روایتی فوجی طاقت کی ترقی میں رکاوٹیں ڈالی جائیں۔
6. جاپان کے مغرب سے دوری اور چین سے قربت کے عمل کو روکنا چاہیے۔
7. روس کو آرتھوڈوکس کی مرکزی ریاست تسلیم کرنا چاہیے۔
8. دوسری تہذیبوں پر مغرب کی تیکنیکی اور فوجی برتری کو برقرار رکھا جائے۔

قارئین کرام! یہاں پہنچنے کے بعد ہم ایک بار پھر سرسری نگاہ ڈال کر شروع سے صورتحال کا ایک بار پھر جائزہ لیں تو سیموئیل پی ہنٹنگٹن کی کتاب CLASH OF CIVIZATIONS سے جو کچھ سمجھ آتا ہے وہ یہ کہ دنیا بھر میں موجود تمام تہذیبوں کے درمیان بڑھتے ہوئے اختلافات دوسرے حوالوں کے ساتھ ساتھ مذہبی اعتبار سے ایک بڑی جنگ کی طرف جارہے ہیں۔ ایک تیسری عالمی جنگ ہونے والی ہے جس میں شریک تمام فریق دو حصوں میں تقسیم ہوں گے مسلم اور غیر مسلم۔ یعنی تیسری عالمی جنگ اسلام اور غیر اسلام کی ہوگی جس کی قیادت مغرب یعنی یورپ اور امریکا یا بالفاظ دیگر صلیبیوں کے ہاتھ میں ہوگی۔ مصنف نے یورپ اور امریکا کو اس جنگ میں اپنی مغربی تہذیب کے "تحفظ" کے لیے جو ہدایات دی ہیں یہ مغربی قوتوں کے درمیان اتحاد کی ایک مستقل پالیسی بن گئی ہے۔

ایک سوال جو بہت سے لوگوں کے دماغوں میں اب تک گردش کر رہا تھا کہ امارت اسلامیہ افغانستان کی اقتصادی و عسکری لحاظ سے دنیا کی کمزور ترین حکومت کے خلاف جارحیت کرتے ہوئے امریکا کو ناٹو، جاپان، چین، روس اور دیگر ممالک کی جانب سے اخلاقی حمایت یا باقاعدہ عسکری تعاون حاصل کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ مصنف کی جانب سے دی گئی ہدایات پڑھنے کے بعد شاید اس سوال کا جواب بھی سب کو مل چکا ہوگا۔

ہارلڈ گرینی کی موت:

وہائٹ ہاؤس لرز گیا!

تحریر: رحیمی

5 اگست کو "قرغہ" کی فوجی اکیڈمی میں باہمی تعلقات کے حوالے سے ایک تقریب تھی۔ اس میں افغان، امریکی، برطانوی اور جرمن اعلیٰ فوجی حکام شریک تھے۔ لیکن ان کے ساتھ ہی طالبان کا ایک آدمی بھی دشمن کی صفوں میں موجود تھا۔ مجاہد "رفیق اللہ" کے غیر متوقع حملے نے سینکڑوں میل دور وہائٹ ہاوس کا غرور ایک ہی لمحے میں خاک میں ملا کر رکھ دیا۔

فوجی اکیڈمی کی تقریب میں شریک امریکی اور نیٹو جنرلز کی شرکت کا مقصد یہ تھا کہ وہ یہاں اپنی تیرہ سالہ جارحیت قیام کو افغانوں پر ایک احسان کی طرح جتائیں۔ جی ہاں! وہی تیرہ سال جس میں انہوں نے افغان عوام کے خلاف وحشیانہ حملے اور ظالمانہ کارروائیاں کر کے جتنا ممکن تھا، انہیں قتل کیا۔ امریکا اور نیٹو نے گذشتہ 13 سالوں میں افغان عوام کو جھوٹے بہانوں اور طرح طرح کے حیلوں سے دھوکا دیا ہے۔ ان فوجی مراسم میں امریکی اور نیٹو حکام نے اسی ذہنیت کو نمایاں کرنے کے لیے شرکت کی تھی۔ تاکہ کٹھ پتلی فوجیوں کی تربیت کو افغان عوام پر ایک بے پایاں احسان باور کرایا جائے۔ افغان عوام کو یہ یقین دلایا جاسکے کہ امریکا انہیں کس قدر ترقی اور خوش حالی دینا چاہتا ہے۔ مگر یہ بات بہت واضح ہے کہ امریکا یہاں اپنے استعماری عزائم کی تکمیل کے لیے آیا ہے۔ اس کے باوجود عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ان لوگوں کے شعور اور ذہنیت پر افسوس ہی کیا جاسکتا ہے، جو یہ سمجھتے ہیں کہ امریکا یہاں افغانوں کی تحفظ، تعمیر نو اور ترقی کے لیے آیا ہے۔ حالانکہ امریکا گڑ میں زہر ملا کر کھلانا چاہتا ہے۔ اپنی چرب زبانی سے افغانوں کو جہاد سے بے زار اور افغانستان کو ہمیشہ کے لیے غلام بنانا چاہتا ہے۔ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ تمام جعل سازیوں اور تزویری کوششوں سے افغان عوام واقف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج سارے عوام نے جہاد اور مزاحمت کا راستہ اختیار کرتے ہوئے اپنا مستقبل غیور مجاہدین سے وابستہ کر لیا ہے۔

قرغہ کی فوجی اکیڈمی میں منعقد رسمی پروگرام میں امریکیوں کی امیدیں اس وقت خاک میں مل گئیں، جب اچانک ایک افغان نوجوان فوجی رفیق اللہ نے عسکری مراسم کی ادائیگی کے دوران تھری سٹار امریکی جنرل "ہارلڈ گرینی" پر فائرنگ کر دی۔ اس نے 'اللہ اکبر' کا ملکوتی نعرہ بلند کر کے اسے جہنم رسید کر دیا۔ وہاں موجود تمام لوگوں پر حیرت اور خوف چھا گیا۔ پہلی فائرنگ ہی میں یہ جنرل جہنم واصل ہوگیا تھا۔ بعد ازاں اس نے وہاں موجود نیٹو فوجیوں اور امریکی فوجیوں پر فائرنگ شروع کر دی۔ جس میں ایک امریکی، ایک جرمن اور ایک افغان جنرل شدید زخمی ہوگئے۔ اس کے علاوہ درجنوں عام خارجی اور داخلی فوجی ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ ذرائع کے مطابق ہلاک ہونے والا تھری سٹار جنرل ہارڈ گرینی ویت نام کی جنگ کے بعد امریکی فوج کا سب سے بڑا عہدے دار ہے، جو کسی جنگ میں مارا گیا ہے۔

رفیق اللہ کی رگوں میں ملک کی آزادی اور وطن سے محبت کا خون دوڑتا تھا۔ اس افغان نوجوان نے اپنے حملے سے مغرور امریکی طاقت کے دماغ میں خطرے کی گھنٹیاں بجادی ہیں۔ اس حملے سے وہائٹ ہاوس کے برج لرز کر رہ گئے ہیں۔ حملے نے واضح کر دیا ہے افغان کسی کی غلامی نہیں کرتے۔ امریکا اور نیٹو کا دعویٰ ہے "وہ ہر سال افغانستان میں 120 ملین ڈالر خرچ کرتے ہیں۔" جب کہ گذشتہ 13 سالوں میں 537.8 کروڑ ڈالر خرچ کیے جاچکے ہیں۔ صرف اس لیے کہ افغانوں کو اپنا تابع بنایا جائے۔ مگر اس حیران کن حملے سے امریکیوں کو اندازہ ہوگیا ہے کہ اگر وہ اس سے 5 گنا مزید پیسہ بھی خرچ کر دیں، پھر بھی افغانوں کو اپنی آزادی کے حق سے دست بردار نہیں کرا سکیں گے۔ امریکی یہ تسلیم کرتے ہیں ان کے 2152 فوجی ضایع ہوچکے ہیں۔ جب کہ 19600 فوجی زخمی ہوئے ہیں۔ مگر مجاہدین کے ذرائع ابلاغ کا کہنا ہے افغانستان میں ہلاک اور زخمی ہونے والے امریکی فوجیوں کی تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔

اگر ہم یہاں صرف امریکی فوجیوں کی ہلاکتوں کی تعداد ہی تسلیم کر لیں، پھر بھی دنیا کی واحد سپر طاقت کے لیے یہ بات انتہائی باعث شرم ہے نہتے افغانوں

نے ان کے 2152 فوجی ہلاک اور 19600 فوجی زخمی کر دیے ہیں۔ تیرہ سالہ طویل جنگ کے باوجود عالمی قوتیں افغانوں کے حملوں سے اپنے فوجیوں کو بچانے میں ناکام رہیں۔ اس جنگ میں امریکا کے ہزاروں ٹینک، جنگی ہیلی کاپٹر، گاڑیاں اور طیارے آگ کا ایندھن بن گئے ہیں۔ ان کے ائیر بیس اور فوجی اڈے تباہ ہوگئے ہیں۔ لاکھوں ٹن بارود استعمال ہوگیا اور فوجی وسائل کے ذخائر خالی ہو کر رہ گئے۔ یہاں تک کہ کچھ ایسے اتحادی جو امریکا کے تعاون کے لیے افغانستان آئے تھے، انہوں نے افغانستان میں ناقابل تلافی نقصانات اٹھانے کے بعد واپسی ہی میں عافیت جانی اور اب وہ لوٹ رہے ہیں۔

مبصرین کا کہنا ہے کہ امریکا نے 13 سال مسلسل افغانستان کے چپے چپے پر انسانوں کا خون بہایا ہے۔ مگر وہ اپنے مفادات کی تکمیل ہر گز نہ کر سکا۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں افغانستان بھر میں امریکا کے خلاف جنگ جاری ہے۔ اسی کو دیکھتے ہوئے حال ہی میں امریکی اور نیٹو فوج کے کمانڈر "جوزف ڈنفورڈ" کو مجبوراً یہ اعتراف کرنا پڑا: "طالبان کو دوبارہ اقتدار مل جانا ممکن ہے۔" ان کی جانب سے اعتراف اس بات کی دلیل ہے کہ امریکا اور نیٹو کو افغانستان میں واضح شکست کا سامنا ہے۔ وہ اپنے اسی انجام کی جانب رواں دواں ہیں، جس سے وہ ویت نام میں بھی دوچار ہوا تھا۔

1970 میں اس وقت کے امریکی صدر جانسن کے خلاف ویت نام جنگ کے باعث غضب ناک مظاہروں کا آغاز ہوا تھا۔ ایک ایک مظاہرے میں پچاس لاکھ افراد نے شرکت کی۔ ان مظاہروں نے صدر جانسن کو استعفاء پر مجبور کر دیا تھا۔ اس کی جگہ "رچرڈ نکسن" نے لے لی۔ نکسن نے امریکا کی ابلیسانہ فطرت کے اظہار کے لیے گیارہ دنوں میں ویت نام کے صرف دو شہروں "ہنوئی" اور "ہائی فونگ" پر ایک لاکھ بم برسا دیے۔ ان تمام بموں کی طاقت ہیروشیما اور ناگاساکی پر گرائے جانے والے ایٹم بموں سے 5 گنا زیادہ تھی۔ اس ظلم کے رد عمل میں پورے ویت نام میں امریکا کے خلاف گوریلا حملوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوگیا۔ جس نے امریکی غرور کو خاک میں ملا دیا۔ امریکا کے اکثر فوجی مورچوں میں مارے گئے۔ جنگ کی طوالت نے امریکا کو اقتصادی حوالے سے شدید بحرانوں میں مبتلا کر دیا۔ دن بہ دن امریکا پر قرضوں کے حجم میں اضافہ ہونے لگا۔ امریکی فوجی نقصانات کا گراف روز بروز اونچا ہونے لگا۔ امریکا کے اندر اور باہر لوگوں نے نکسن کے خلاف مظاہرے شروع کر دیے۔ ویت نام پر امریکی بمباری کی شدید مذمت کی گئی۔ ویت نام کے حریت پسندوں نے حملے اور بھی شدید کر دیے۔ امریکی فوج کا حوصلہ گرنے لگا۔ بالآخر امریکی فوجی، جنرلوں اور کمانڈروں کے حکم کے بغیر سائیکلوں اور ٹھیلوں پر بیٹھ کر فرار ہونے لگے۔ ہزاروں فوجی غائب ہوگئے، جن کا آج تک کوئی سراغ نہ مل سکا۔ امریکیوں کو ان کے متعلق اب تک کوئی علم نہیں کہ ان پر کیا گزری۔ ان کی قبریں بھی معلوم نہیں۔ کثیر تعداد میں امریکی فوجیوں نے فرار ہوتے ہوئے اپنا اسلحہ تلف کر دیا۔ کھانے یا معافی کے بدلے ان فوجیوں نے اپنا اسلحہ ویت نامی خواتین کو دے دیا۔ ویت نامی ان پر تھوکتے، انہیں گالیاں دیتے۔ جب کہ اس کے مقابلے میں امریکی فوجی منت سماجت، فریاد اور آہ وزاری کر کے ان سے جان کی بھیک مانگتے۔ اس طرح امریکا کے سر سے غرور کا سارا نشہ اتر گیا

ایک کمزور ملک کے باسیوں نے اپنے محدود وسائل سے ایک بڑے دشمن کو شکست دی۔ انہیں اپنی زمین سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ فوجی اور اقتصادی لحاظ سے امریکی انتہائی ذلیل ہوگئے۔ وہ کشکول لیے یورپ میں گھومتے نظر آتے۔ برطانیہ، فرانس، آسٹریلیا اور اسرائیل نے امریکا کو مالی امداد دی اور اسے اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیا۔ مگر امریکا اپنی عادت و خصلت سے پھر بھی دستبردار نہ ہوا۔ امریکا کے شیطانی جسم میں سانس کے رواں ہوتے ہی اس نے پھر سے جنگ شروع کر دی۔ اس نے دنیا کے خود مختار ممالک پر پنجے گاڑنے شروع کر دیے۔ اسلامی ممالک کے اندر حریت پسند حکومتوں کا خاتمہ کر دیا۔ اسلامی ممالک کے سربراہان کو مارا گیا۔ واحد سپر پاور ہونے کے زعم میں اس نے افغانستان پر جارحیت کر دی۔ بغداد کی تباہی، لیبیا پر قبضہ، شام پر بمباری، غزہ میں اسرائیل کی پشت پناہی، لاکھوں مسلمانوں کی شہادت۔ مگر ان سب میں صرف افغانستان ایک ایسا ملک ہے، جہاں ویت نام کے بعد امریکا اُسی انجام سے دوچار ہونے والا ہے۔ افغانستان میں امریکا کی تمام تر قوت کا خاتمہ ہوگیا۔ 5 اگست کو دارالحکومت کابل میں قرغہ کی فوجی اکیڈمی میں ایک افغان فوجی کے ہاتھوں جنرل ہارلڈ گرینی کا قتل وہ قابل فخر تاریخی کارنامہ ہے، جسے ہماری نسلیں صدیوں تک یاد رکھیں گی۔ غازی رفیق اللہ کے اس کارنامے نے اکبر خان کے ہاتھوں جنرل "میگناٹن" کے قتل کی تاریخی پھر دہرادی ہے۔ یہ ثابت کر دیا کہ افغان قوم ابھی بانجھ نہیں ہوئی۔ ابھی یہاں مجسم غیرت وشجاعت کے نمونے زندہ و تابندہ ہیں۔ غازی اکبر خان کے روحانی فرزند ابھی زندہ ہیں۔ افغانستان کی قابل فخر تاریخ میں ایسے ہی سرفروش غازیوں کے کارنامے زریں حروف سے رقم کیے جاتے ہیں۔ ان کی شجاعت وفداکاری آئندہ نسلوں کے لیے مثال ہوگی۔ یہ جارحیت پسندوں کے لیے شرمناک طعنہ رہے گا۔ ان شاءاللہ

حامد نوری

دروغ ساز میڈیا

امریکی جارحیت کی طرف سے افغان عوام کے گھروں میں ظلم، ناانصافی اور درندگی سمیت لاتعداد غموں کی بارات اب بھی اُتر رہی ہے۔ غموں کی اس بارات کے ساتھ مظالم، وحشتوں، ناجائز قتل، بدامنی، فساد، فحاشی، لوٹ مار، مغربی کلچر اور اقتصادی بحرانوں کا بے پناہ ہجوم بھی چلا آرہا ہے۔ لیکن ایک ظالم کی جانب سے دیے جانے والے یہ ایسے تحفے ہیں، جن کی اقوام عالم کے سامنے تشہیر نہیں کی جاسکتی۔ اس لیے ہاتھی والوں نے اپنے ظلم اور جبر و ستم کو سیاہ نقاب میں چھپائے رکھنے اور جنگِ آزادی کو دہشت گردی کے نام سے بدنام کرنے کی خاطر میڈیا گروپس کو اس مزدوری پر لگادیا ہے۔ امریکا نے خود کو "محسنِ افغانستان" باور کرانے کے لیے دیہاڑی باز میڈیا سے افغانستان کی تخریب زدہ تعمیرِ نو، دہشت زدہ امن، بدحال معاشی خوشحالی، بے روح جمہوریت اور انسانیت و نسوانیت کے حقوق کے کھوکھلے نعرے لگوائے ہیں۔

جارحیت پسندوں نے جنگ کے ابتدائی دوماہ میں ہی کئی پرائیویٹ ٹی وی چینلز بنا کر ان کو مذموم مقاصد کے حصول پر لگادیا تھا۔ ان کی تمام پالیسی امریکا کی جانب سے ہی طے کرکے دی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر اسماعیلی فرقے آغاخان نے "طلوع ٹی وی" اور "ارمان ریڈیو" بنایا۔ 'بیات' نامی ایک آدمی نے "آریانا" کے نام سے ٹی وی اور ریڈیو بنایا۔ اسی طرح امریکا کے غلاموں نے افغان عوام کو گمراہ کرنے کے لیے مختلف ٹی وی اور ریڈیو چینلز کا جال بچھادیا۔ حتی کہ اب ٹی وی چینلز کی مجموعی تعداد 25 سے تجاوز کرگئی ہے۔ اسی طرح "آزادی" کے نام سے ریڈیو بنایا گیا، جس کے اخراجات امریکی کانگریس ادا کرتی ہے۔ ریڈیو کی نشریات پورے ملک میں صحیح طریقے سے پہنچانے کے لیے ٹاور نصب کیے گئے۔ غاصبوں نے اپنے کنٹرول میں پشتو اور فارسی میں نشریات شروع کیں۔ اسی طرح "صدائے آزادی" کے نام سے کابل اور دیگر صوبوں میں روزنامہ اخبار کا اجراء کیا گیا، جو پشتو، فارسی اور انگریزی میں شایع ہوتا ہے۔ ان میں بے حیائی کو فروغ دے کر ایک "بے حیاافغانستان" تشکیل دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔ جھوٹی خبریں اور پراپیگنڈے پھیلانا اور مجاہدین کو بلاوجہ بدنام کرنا ان میڈیا اداروں کے بنیادی فرائض میں سے ہے۔ اس کے مالی مصارف "ایساف" نے اپنے ذمہ لے رکھے ہیں۔ ان اخبارات کے لیے کابل کے ساتھ دیگر صوبوں میں بھی عوامی مقامات خصوصاً اسکول اور کالجز وغیرہ میں مخصوص اسٹال بنائے گئے ہیں، جہاں سے لوگ خصوصاً نوجوان طبقہ بہت سستی قیمت میں یہ اخبارات حاصل کرتے ہیں۔ اسی اخبار سے ملحق "کلید" کے نام سے ایک ایف ایم ریڈیو اور میگزین کا بھی اجراء کیا گیا ہے، جو مختلف شہروں میں اپنی نشریات جاری رکھتا ہے۔ ان ذرائع ابلاغ میں سے کسی کو بھی یہ اجازت نہیں دی جاتی کہ مجاہدین کی کارروائیوں کی خبریں ایساف کی وزارت اطلاعات یا دیگر مشیروں کی اجازت کے بغیر نشر کی جائیں۔

جیسا کہ دنیا جانتی ہے کہ ایساف بہت سے واقعات کی خبریں نشر کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ محض بڑے واقعات کی خبریں چلائی جاتی ہیں۔ لیکن ان میں بھی اتنا زیادہ جھوٹ ہوتا ہے کہ عام آدمی بھی کانوں کو ہاتھ لگائے بغیر نہیں رہتا۔ اس لیے عوام میں "ضرب پانچ" کا سادہ سا فارمولا لطیفے کی حد تک مشہور ہوگیا ہے۔ عوام جہاں بھی کسی واقعے کی کوئی خبر سنتے ہیں، جس میں ایک خارجی فوجی کی ہلاکت کی خبر ہوتی ہے اور دوزخمیوں کی، تو لوگ ہلاک اور زخمی ہونے والوں کی تعداد کو 5 سے ضرب دے کر اصل تعداد کا سراغ لگالیتے ہیں۔ حکومت اور جارحیت پسندوں کے لیے کام کرنے والے میڈیا اداروں کے مقابلے میں مجاہدین نے بھی میڈیا کا بھرپور استعمال شروع کردیا ہے۔ تاکہ مبنی بر حقیقت خبروں کی تلاش میں رہنے والوں کو درست خبروں تک رسائی ہوسکے۔

اس حوالے سے کچھ ایسے حقائق سے پردہ اٹھایا جاتا ہے، جس سے متعلق ملک میں کٹھ پتلی انتظامیہ اور میڈیا پردہ پوشی کرتا رہا ہے۔ امریکا کی قیادت میں جاری صلیبی جنگ چودھویں سال میں داخل ہوگئی ہے۔ اہلِ صلیب نے ہماری تاریخ دیکھے بغیر ہماری سرزمین پر جارحیت کردی۔ ہمارے بے گناہ

بھائیوں کو شہید، زخمی اور ہجرت پر مجبور کر دیا۔ گھروں، آبادیوں اور مساجد پر بمباریاں کیں۔ اپنے غلاموں کو افغان عوام پر مسلط کیا۔ مگر انسانیت کے ان بے رحم درندہ صفت دشمنوں کے خلاف دنیا بھر میں ایسا کوئی شخص پیدا نہیں ہوا، جو انہیں مجرم قرار دیتا۔ جارحیت پسندوں کی پہلی خواہش اور ان کی کٹھ پتلیوں کی یہ اولین ذمہ داری لگائی گئی تھی افغان عوام کو ہمیشہ کی غلامی میں جکڑنا، اسلامی رشتے کو کمزور سے کمزور تر کرنا، مغرب کی قابل نفرت، عریاں، اور انسانی فطرت کے خلاف کلچر کو افغانستان پر مسلط کرنا۔ انہوں نے جارحیت کے دوران یہ خواب دیکھا تھا وہ اپنے منصوبے ہر حال میں مکمل کریں گے۔ مگر حالات بالکل برعکس ہو گئے۔ ان سے افغان عوام کی نفرت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ ان کی کوشش تھی کہ دولت، اسلحہ اور زہریلے پراپیگنڈے کے زور پر یہ اہداف حاصل کیے جائیں۔ کسی حد تک بے ضمیر افغانوں کو اپنے ان مقاصد کے لیے استعمال بھی کیا، مگر اب ان کے دل و دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی کہ افغانوں نے ہمیشہ کی طرح اس بار بھی غیرت و شجاعت کے معرکے میں پیٹھ نہیں دکھائی۔ انہوں نے صلیبیوں کو ایسی شرمناک شکست سے دوچار کیا کہ آج وہ فرار کی راہ تلاش کر رہے ہیں۔

یہ اللہ تعالی کا فضل اور مہربانی ہے۔ یہ مغرور سپر طاقت اپنی شکست کا اعتراف کرتی نظر آ رہی ہے۔ وہ یہ اعلان کرتی پھر رہی ہے: ہمیں افغانستان سے نکل جانا چاہیے۔ وہ اپنی افواج کو یہاں سے نکالنے کی فکر میں ہیں۔ ان کی آخری کوشش یہی ہے کہ کسی طرح ان کی حکومت برقرار رہ جائے۔ انہی کی جاری کردہ ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے: "حال ہی میں امریکی کانگریس کے ایک رکن نے کہا ہے کہ 2001ء سے اب تک امریکا کے 2050 فوجی ہلاک ہو چکے ہیں۔ جب کہ اس سے کئی زیادہ زخمی ہیں۔ درحقیقت یہ اعداد و شمار بہت ہی کم بتائے گئے ہیں۔ ان کے عالمی اتحادیوں کو بھی بہت زیادہ نقصانات پہنچے ہیں۔ اسی طرح ان جارحیت پسندوں کی نفسیاتی سطح اور حوصلہ بھی ختم ہو چکا ہے۔ کچھ عرصہ قبل امریکی وزارت دفاع کی جانب سے جاری کردہ ایک رپورٹ میں کہا گیا تھا: "گزشتہ سال امریکا میں افغانستان سے آنے والے فوجیوں میں ایک فوجی روزانہ خودکشی کرتا ہے۔ گویا سال بھر میں 365 فوجی خودکشی کر بیٹھتے ہیں۔ افغانستان میں بچ رہنے والے فوجیوں کی یقینی تعداد معلوم نہیں ہو سکی ہے۔

اب افغان عوام بھی ان کی شیطانی چالوں سے پہلے کی بہ نسبت زیادہ باشعور ہو گئے ہیں۔ وہ جمہوریت، دہشت گردی، مرد و زن کے درمیان مساوات جیسے نعرے سنتے ہی جان لیتے ہیں کہ ایسا نعرہ صرف کٹھ پتلی اور غلام ہی لگا سکتا ہے۔ ذرائع ابلاغ کے 24 گھنٹے کے مسلسل پراپیگنڈے کا اثر یہ ہوا ہے کہ اب جارحیت پسندوں کے خلاف مزاحمت طالبان سے نکل کر ایک قومی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ یہ جہادی ولولے ہرات سے بدخشان اور فاریاب سے کنڑ تک پوری قوت کے ساتھ موجود ہیں۔ جس کی بنیادی وجہ شہادت سے محبت کرنے والے عوام کا جذبہ ایمانی ہے۔ الحمدللہ! اب افغان عوام کے جہاد نے بین الاقوامی حیثیت حاصل کر لی ہے۔ اب کوئی اس کی طاقت، تاثیر اور حقانیت کا انکار کر سکتا ہے اور نہ ہی ان پر پردہ ڈالا جا سکتا ہے۔ مگر افسوس ہے ان بے ضمیر، خائن صحافیوں، جھوٹے ترجمانوں، بے حمیت رائٹرز، پراگندہ خیال شعراء اور دیگر کابلی کارکنوں پر، جو چند ڈالروں کے عوض اسلام اور عوام مخالف میڈیا اداروں میں کام کر رہے ہیں۔ یہ لوگ اپنی زبان اور قلم سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں۔

اللہ کے نور کو آج تک کوئی نہیں بجھا سکا۔

بقیہ از: مٹی کا بیٹا!

ایمانی قوت اور دینی جذبے کے علاوہ اور کون سی ایسی وجہ ہو سکتی ہے، جس کی خاطر ان تمام رشتوں کو الوداع کہا جا سکتا ہے؟

میں اسی مٹی کا بیٹا ہوں۔ میرے لہو کا ہر قطرہ اس مٹی کو میری وفا کے قصے سناتا رہے گا۔ ملک کی آزادی کے نغمے راہِ خدا میں بہنے والے اسی خون سے لکھے جائیں گے۔ اُن گیتوں کے ہر بول میں میرے لہو کی بُو باس محسوس کی جاتی رہے گی۔ میرے لہو کی سرخ روشنائی سے لکھے گئے نغمے جو بھی پڑھے گا، اس کی سانسوں میں خون کی مہک مچلتی رہے۔ جو سننے والوں کے دلوں کی دھڑکنوں میں حریت و آزادی، عزت و ناموس اور پاسبانی و جان فشانی کا جوش پیدا کرتی رہے گی۔ یہی آزادی کی نازک سی تمنا ان میں ملک کی خاطر ہر وادی اور درّے میں چھپے دشمن سے مقابلے کا حوصلہ جنم دے گی۔

آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوش بُو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

لیکن وہ لوگ جو اس مٹی کے ہوتے ہوئے بھی اس سے غیروں جیسا سلوک کر رہے ہیں، ان ایمان فروشوں نے اپنے ہی ماں دھرتی کے بیٹوں اور وطن کے پاسبانوں کو ملک سے نکال کر بے گھر اور بے در کرنے کی کوشش کی ہے، تاریخ ایسے لوگوں کو نہیں بخشتی۔ بلاشبہ انہیں غدار اور ضمیر فروشوں کے نام سے یاد کیا جاتا رہے گا۔

عبداللہ

احساسِ تحفظ کا زیاں!

آپ جھاڑ جھنکار سے بھرے تالاب میں بھی اترنا چاہتے ہیں اور خواہش یہ ہے کسی مگر مچھ سے واسطہ نہ پڑے۔ سمندر میں تیراکی اور شارک سے بیر!!! آسٹریلیا نے عراق و شام میں سرگرم تنظیم "دولتِ اسلامیہ" کے مقامی حامیوں کے خطرات اور خدشات کے پیشِ نظر حفاظتی انتظامات کو مزید سخت کر دیا ہے۔ غیر ملکی خبر رساں ادارے کے مطابق وزیرِ اعظم "ٹونی ایبٹ" نے ایک پریس کانفرنس میں اس اقدام کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے: "یہ کسی خاص حملے کے منصوبے کا علم ہونے پر نہیں کیا گیا، بلکہ ایسی خفیہ معلومات کی بنیاد پر کیا جا رہا ہے کچھ لوگ حملوں کی صلاحیت اور ارادہ رکھتے ہیں۔ ان کا کہنا تھا شام کہ اور عراق میں دولت اسلامیہ کے خلاف کارروائیوں میں شریک ہونے کے فیصلے سے آسٹریلیا کے لیے خطرات بڑھے ہیں۔ آسٹریلیا کا اندازہ ہے کہ شدت پسندوں کے ساتھ مل کر لڑائی میں اس کے 60 تک شہری ملوث ہو سکتے ہیں۔ جب کہ 100 کے قریب افراد آسٹریلیا میں رہتے ہوئے مختلف انتہا پسندوں کی حمایت جاری رکھے ہوئے ہیں۔ حکام کا کہنا ہے کہ سیکورٹی ادارے کم از کم ایسے 20 افراد سے باخبر ہیں، جو مشرقِ وسطیٰ کی لڑائی میں حصہ لینے کے بعد وطن واپس آئے ہیں۔ دوسری جانب آسٹریلیا کی حکومت نے حال ہی میں سیکورٹی ایجنسیوں کی استعداد کار بڑھانے کے لیے انسدادِ دہشت گردی کی مد میں 60 کروڑ ڈالر کے قریب رقم کا اعلان کیا ہے۔

"جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے!" آپ کسی کو تنگ کریں گے تو آپ کو بھی ڈر کر، سہم کر اور خوف زدہ ہو کر زندگی گزارنا پڑے گی۔ امریکا نے اپنی ازلی فطرتِ بد سے مجبور ہو کر افغانستان پر حملہ کیا تھا۔ اس نے جواز یہ پیش کیا تھا: "ہمارا یہ اقدام امریکا کو محفوظ بنانے کی خاطر ہے۔ امریکا کو ہر لمحے دہشت گردوں کی جانب سے خطرہ رہتا ہے۔ 303,528,492 کی آبادی رکھنے والے ملک کو دہشت گردوں کے حوالے نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی حفاظت و مفاد کے لیے انتہائی حد تک جانا پڑا، تو جائیں گے۔" لیکن نائن الیون کے بعد کی سالہ 14 سالہ تاریخ کیا کہتی ہے؟ کیا امریکا اپنے جواز میں کامیاب ہو گیا ہے؟ کیا ریاست ہائے متحدہ امریکا کی 30 کروڑ سے زیادہ کی آبادی راتوں کو چین کی نیند سوتی ہے؟ کیا وہاں نیند کی گولیاں بننا بند ہو گئی ہیں؟ اب امریکی حکمران اطمینان اور کسی بھی خوف سے عاری ہو کر دنیا کا امن بحال کرنے میں مگن ہیں؟؟؟

یہ وہ سوالات ہیں، جن کے جواب امریکیوں ہی کی زبان سے جانے جائیں تو بھی قرینِ انصاف ہے۔ کچھ عرصہ قبل امریکہ میں کیے گئے ایک سروے سے معلوم ہوا ہے: "امریکی شہریوں کی آدھی آبادی القائدہ حملوں کے بعد سے ملک کو غیر محفوظ سمجھنے لگی ہے۔" اسی نوعیت کا ایک جائزہ گزرے ہوئے برس میں بھی پیش کیا گیا تھا۔ جس میں 28 فیصد سے زاید امریکیوں نے ملک کو محفوظ سمجھنے سے انکار کر دیا تھا۔ دوسری جانب دولت اسلامیہ کی طرف سے دو امریکی صحافیوں کا سر تن سے جدا کیے جانے کیے جانے سے امریکی عوام کے تحفظات میں مزید اضافہ ریکارڈ کیا گیا ہے۔ بات یہیں تک ہوتی تو شاید امریکا کے لیے کچھ سہولت ہو سکتی تھی۔ لیکن اب معاملہ یہ ہے جب بھی کوئی چھوٹی سی واردات دیکھنے میں آتی ہے، صدر اوباما کے اوسان خطا ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ بات صرف امریکا تک ہی محدود نہیں رہی، بلکہ مجاہدین کی جانب یورپ و امریکا میں کہیں بھی کیا جانے والا کوئی حملہ... چاہے کامیاب ہو یا ناکام... مغربی عوام پر دُور رس اثرات مرتب کرتا ہے۔ کچھ ہی عرصہ قبل لندن کے "برج ریلوے اسٹیشن" کو دہشت گردی کی اطلاع پر خالی کروا لیا گیا۔ ذرائع نے یہ اطلاع فراہم کی: برطانوی میڈیا کے مطابق لندن پولیس کو ایک ٹیلی فون کال

موصل ہوئی، جس میں یہ اطلاع تھی "لندن کے برج ریلوے اسٹیشن پر ایک شخص موجود ہے، جس کے پاس دھماکہ خیز مواد ہے۔" اس خبر پر پولیس ایمبولینس اور بم ڈسپوزل کے عملے نے لندن برج ریلوے اسٹیشن کو گھیرے میں لے کر خالی کروالیا اور ٹرینوں کی آمد و رفت معطل کر دی گئی۔ یہ وہ خوف ہے، جو مغرب کو مسلمانوں پر ظلم کے ردِ عمل کے طور پر گفٹ میں ملا ہے۔ یہ مکافاتِ عمل ہے۔ جیسی فصل بوئی جائے... ویسی کاٹنا بھی پڑتی ہے۔ مغرب جس "دہشت گردی" کو اپنے علاقے سے باہر نکل کر ختم اور فنا کرنے کے لیے سرگرداں رہتا تھا، آج وہ اس کی جڑوں میں گھس چکی ہے۔ امریکا کا ایک ہدف القائدہ کو بھی ختم کرنا تھا۔ لیکن آپ کو القائدہ نام کا کوئی فرد کسی معاشرے میں نہیں ملے گا، البتہ القائدہ کا دماغ ہر جگہ دیکھنے کو ملے گا۔

اسامہ بن لادن کی شہادت کے بعد شیخ ایمن الظواہری کا کہنا تھا: "امریکا کو کسی ایک گروہ، جماعت یا فرقے کی مخالفت کا سامنا نہیں ہے، بلکہ اب اس کا مقابلہ بیدار ہوتی مسلم اُمہ سے ہے۔ یہ بیداری، جہاد کی بیداری ہے۔ جس کے نتیجے میں امریکا کو ابھی ایک اور 'نائن الیون' سے دوچار ہونا ہو گا۔" اُنہوں نے القائدہ کے بارے وضاحت کرتے ہوئے مزید کہا: "القاعدہ آج بھی اسی طرح مضبوط ہے جس طرح 11 ستمبر 2001ء کو تھا۔"

دوسری طرف امریکا کی 'دولت اسلامیہ' کی حدود میں دخل اندازی امریکا سمیت ان تمام ممالک کے لیے بھیانک خطرات کا باعث بنے گی، جو اپنے مفادات امت مسلمہ کی دولت سے پورے کرتے ہیں۔ خصوصا یہ امَر امریکا کے لیے اس لیے بھی زیادہ سنگین صورت حال پیدا کرے گا، ایک تو وہ افغانستان میں تازہ تازہ شکست کھا کر واپسی کی راہ دیکھ رہا ہے۔ ساتھ ہی امریکی وزیر خارجہ نے اعلان کیا ہے: "امریکا کے حاضر سروس فوجیوں کی تعداد کو موجودہ تعداد پانچ لاکھ 20 ہزار سے کم کر کے چار لاکھ 40 ہزار سے لے کر ساڑھے چار لاکھ کے درمیان لایا جائے گا۔ اس کے علاوہ سرد جنگ کے دور کے فضائیہ کے بیڑے، جاسوس طیارے 'یو ٹی' اور 'اے ٹین' جنگی جہازوں کو بھی ریٹائر کر دیا جائے گا۔ ملک سے باہر دو مہنگی جنگوں کے بعد امریکی فوج پر بجٹ میں کمی کے سلسلے میں دباؤ ہے۔ انہوں نے مزید کہا ہے 2017ء تک ملک میں کئی فوجی اڈوں کو بند کرنے کا منصوبہ بھی زیرِ غور ہے۔ رہائش کے معاوضے میں کمی، تنخواہوں میں اضافے میں کمی اور طبی سہولیات میں اضافے کی تجاویز بھی دی ہیں۔" واضح رہے دوسری جنگ عظیم سے پہلے امریکی فوجیوں کی تعداد دو لاکھ 67 ہزار تھی۔ 1952ء میں کوریا کی جنگ اور 1968ء میں ویت نام کی جنگ کے دوران امریکی فوجیوں کی تعداد 16 لاکھ کی ریکارڈ سطح تک پہنچ گئی تھی۔ 2001ء میں نائن الیون کے حملوں سے پہلے امریکی فوجیوں کی تعداد چار لاکھ 82 ہزار تھی اور 2010ء میں یہ تک تعداد پانچ لاکھ 66 ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ اب امریکا کی جنگی صلاحیتوں میں وہ زور اور دبدبہ نہیں رہا، پہلے جس کا ڈھنڈورا ہر ایک کٹھ پتلی کے ڈھول سے پیٹا جا رہا تھا۔

ایک امریکی مبصر "ایلن رولینڈ" نے امریکی فوج کے مسائل پر گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے: "ہر روز کم از کم اٹھارہ سابق فوجی نفسیاتی مسائل کی بنا پر خود کشی کر رہے ہیں۔ امریکی فوج تباہ کن جنگوں کی وجہ سے شدید نفسیاتی مسائل کا شکار ہیں"۔ ایلن رولینڈ نے پریس ٹی وی کے ساتھ بات چیت میں کہا: "امریکا کے سرکاری اعداد و شمار کے مطابق اس کے چالیس فیصد سابق فوجی بری طرح سے نفسیاتی بیماریوں کا شکار ہیں۔ خود کشی کرنے والے امریکی فوجیوں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے اور نفسیاتی امراض فوجیوں کی خود کشی کا سب سے بڑا سبب ہیں۔" دوسری طرف دولت اسلامیہ کے 31 ہزار سے زائد مجاہدین کے لیے امریکی فوجیوں کا شکار ایک دلچسپ اور آسان معاملہ ہو گا۔ لیکن امریکا اسی بات کو جانتے ہوئے لڑائی کے دوران فضا سے زمین پر آنے کی غلطی بہت دیر بعد کرے گا۔ ان کا بھی وہی حال ہو گا، جس سے جمیز فولی دوچار ہوا تھا۔ اب دیکھنے کی بات یہ ہے کہ امریکا "دولت اسلامیہ" سے ٹکرا کر اس کی دشمنی کو کس حد تک برداشت کر پاتا ہے اور وہ "احساسِ تحفظ" کے قریب پہنچتا ہے یا باقی ماندہ کو بھی ضائع کر دیتا ہے؟!

☆☆☆

عبدالرحمن

لاء آف دی ری ایکشن

ان سے ملیے! یہ انسانی خون کے محافظ ہیں اور انصاف کا ٹھیکہ ان کے پاس ہے۔

قطع نظر اس سے کہ عراق کے افق پر ایک نئی صبح اور نیا زمانہ پیدا کرنے والی "اسلامک اسٹیٹ" کی عالمی تناظر میں کیا حیثیت ہے؟ اس کا کردار کیا ہے؟ اس کا مستقبل کیا ہوگا؟ ہمیں اس سے بھی کوئی غرض نہیں وہ انتہا پسند ہے یا اعتدال یافتہ؟ سروکار اس سے بھی نہیں ہے کہ ازل سے کائنات میں موجود "ردِ عمل" کے جس قانون کو نیوٹن کی آنکھ نے دیکھا تھا، اس کے مطابق دولتِ اسلامیہ شیعوں کے ساتھ کیا کر رہی ہے؟ فکر اس بات کی بھی نہیں ہے کہ امریکا اس کے ساتھ کیا کرے گا اور نتیجۃً وہ امریکا سمیت تمام عالمِ کفر کے ساتھ کیا کرے گی؟؟؟

زید بن رعد الحسین، اقوام متحدہ کی جانب سے انسانی حقوق کے نئے نمائندے مقرر کیے گئے ہیں۔ وہ اردن کے رہنے والے ہیں۔ دولت اسلامیہ کی کاروائیوں کا خاصا اثر اردن میں بھی محسوس کیا جارہا ہے۔ اسی پسِ منظر میں انہوں نے بیان جاری کیا ہے کہ: "داعش، عراق اور شام میں خون کی ندیاں بہانا چاہتی ہے۔" انہوں نے ان خیالات کا اظہار جنیوا میں "کونسل برائے انسانی حقوق" کے اجلاس میں اپنے خطاب کے دوران کیا ہے۔" انسانی حقوق کے نئے کمشنر صاحب نے اظہارِ خیالات کے دوران مزید کہا کہ: "داعش کے اقدامات سے ظاہر ہورہا ہے کہ وہ انتہا پسند کیسی ریاست بنانا چاہتے ہیں اور یہ تحریک مستقبل میں کیا نظام بنانے کی کوشش کر رہی ہے؟۔ شام اور عراق میں جاری تنازعات میں مذہبی اور نسلی اقلیتیں مسلسل حملوں کا نشانہ بن رہی ہیں۔ لہذا عالمی برادری داعش کے جنگجوؤں کے حملوں کا نشانہ بننے والی مذہبی اور نسلی اقلیتوں کی تحفظ کے لیے اقدامات کریں۔" ان کے ارشادات کا مزید حصہ اندرونِ سینہ اٹھنے والے دردِ جگر کا مثالی نمونہ ہے۔ ملاحظہ فرمایئے!" ان گروپوں سے تعلق رکھنے والے افراد کو جبری بھرتی اور جنسی تشدد کے خطرے کا سامنا ہے۔ (کانفرنس میں بیٹھے مادر پدر آزاد شرابیوں کی تائیدی تالیاں) انسانی حقوق کے نئے چمپئن نے عراق کی نئی حکومت اور وزیر اعظم "حیدر العبادی" پر زور دیا ہے کہ وہ 'ہیگ' میں قائم عالمی فوجداری عدالت میں شمولیت پر غور کریں تاکہ ان کے ملک میں رونما ہونے والے جنگی جرائم اور انسانیت مخالف جرائم کے مرتکبین کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جاسکے۔"

دوسری طرف ازل سے انسانی خون کے پیاسے امریکی وزیر خارجہ جان کیری نے بھی اپنی عراقی کٹھ پتلی ڈاکٹر حیدر العبادی کو حوصلہ ہائے جرم وجنون دینے کے بعد بیان جاری کرتے ہوئے کہا ہے:" وائٹ ہاؤس کی نئی حکمت عملی کے تحت عراقی فوج کی تشکیلِ نو کی جائے گی اور داعش کو شکست سے دوچار کیا جائے گا۔ عراقی فوج کو از سرنو منظم کیا جائے گا۔ اس کی تربیت کی جائے گی اور اس کو مؤثر بنانے کے لیے مختلف حکمت عملیوں پر عمل درآمد کیا جائے گا۔ اس عمل میں نہ صرف امریکا، بلکہ دوسرے ممالک بھی حصہ لیں گے۔ نہ تو امریکا اور نہ ہی دوسرے ممالک دولت اسلامی عراق وشام (داعش) کے جنگجوؤں کے عفریت کو خاموش تماشائی بنے پھیلتے ہوئے دیکھ سکتے ہیں۔ داعش کے خلاف جنگ کو عراقی عوام کو ضرور جیتنا ہوگا۔ لیکن اس کو باقی دنیا کو بھی جیتنے کی ضرورت ہے۔ امریکا اور باقی دنیا کو اس جنگ میں مدد دینی چاہیے۔ امریکا، داعش کے مقابلے میں عراقی فوج کے علاوہ شیعہ ملیشیاؤں کو بھی اسلحہ مہیا کر رہا ہے اور اب اسلحے کی ترسیل میں اضافہ کیا جائے گا۔"

دنیا کی جنگی تاریخ کا سرسری سا مطالعہ بھی یہ حقیقت واضح کرنے میں کافی ہے امن وسلامتی، اخوت وبھائی چارگی اور الفت ومحبت کا بول بالا ہمیشہ برداشت، رواداری اور حوصلے کے ذریعے ہی ہوا ہے۔ جنگ کسی کو وقتی طور پر زیر کر لینے کا نام ہے۔ لڑائی لمحاتی ہتھیار ہے۔ اگر دہشت گردی کو ختم کرنا ہے، تو یہ

کام دہشت گردوں کا نہیں ہے۔ دنیا کا کون سا عقل مند انسان ہے، جو امریکا اور اس کے حواریوں کو امن پسند، سلامتی کے دل دادہ اور سکون کا خواب گر کہتا ہوگا۔ آج دولت اسلامیہ کے مسئلے کو دہشت گردی کے حوالے سے جاننے کے بجائے اس کی اساس میں اُتر کر "ایکشن اور ری ایکشن" کے کلیے کی مدد سے دیکھنے کی ضرورت ہے۔ "داعش" ایک تنظیم کا نام نہیں ہے۔ "دولت اسلامیہ" کسی جنگ جو دھڑے کا حوالہ نہیں ہے۔ "اسلامک اسٹیٹ" کسی جماعت کی ظاہری پہچان نہیں ہے۔ عراق اور شام کی سرحدوں کو اپنے تیز رَو قدموں تلے روند کر آگے ہی آگے بڑھتا چلے جانے والا گروپ... نیوٹن کا دریافت کردہ "لاء آف دی ری ایکشن" ہے۔

"ہر عمل کا برابر، مگر مخالف ردِ عمل ہوتا ہے۔" یہ قانون نیوٹن نے 16ویں صدی عیسوی میں دریافت کیا تھا۔ عالمی برادری خصوصا امریکا اور اس کے حواریوں کو نیوٹن کا یہ قانون اپنے لاشعور میں بٹھانا چاہیے۔ آپ جتنی بھی فوجیں جمع کرلیں، کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ آپ کے پاس ہزاروں جیٹ طیارے بھی ہوں، وہ کسی نظریے کا بال بھی بیکا نہیں کرسکیں گے۔ آپ کیمیائی ہتھیار بھی آزما دیکھیں، آگے جگر آزمانے والے بھی ہار ماننے کو تیار نہیں ہیں۔ یاد رکھیے! ردِ عمل کسی بھی نوعیت کا ہو سکتا ہے۔ آپ نے جاپان پر ایٹم بم مار کر بھی دیکھ لیا ہے۔ ری ایکشن کے طور پر جاپان نے تمہیں معاشی ترقی میں ہزاروں میل پیچھے چھوڑ کر ایک کاری ضرب لگائی ہے۔ آپ نے افغانستان پر بھی ٹینک توپیں اور گولے توتے لیے چڑھائی کی تھی، ردِ عمل کے طور پر افغانیوں نے تمہاری ٹیکنالوجی کا ستیاناس کر کے رکھ دیا ہے۔ آپ نے کچھ سالوں بعد عراق کو بھی روند ڈالا تھا، ردِ عمل کے طور پر سی آئی اے اہل کاروں کو دجلہ کے پل پر اُلٹا لٹک کر آگ میں جھلسنا پڑا تھا۔ آپ نے ویت نام میں بھی جا کر دیکھ لیا ہے، ردِ عمل کے طور پر ہزاروں فوجیوں کو پاگل خانے، سیکڑوں کو اپاہج اور بیسیوں کو موت کے منہ میں جانا پڑا تھا۔ آپ نے اسلام کے نام لیواؤں کو بھی تنگ کیا تھا، نتیجۃً تمہاری معاشی شہ رگ "ورلڈ ٹریڈ سینٹر" کو زمین بوس ہونا پڑا تھا۔

آپ کے مقاصد کچھ بھی ہو سکتے ہیں۔ آپ عراق کا مزید تیل بھی لوٹنا چاہتے ہوں گے۔ ہو سکتا ہے آپ کے خارشی دماغ کا علاج "نئے گرم پانیوں" میں نہانے سے ہو جائے۔ آپ کو اسلامی تہذیب پروان چڑھتے دیکھنے سے تعصبانہ عوارض لاحق ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے اسلامی نظامِ معیشت کی اونچی اُڑانیں آپ کے سودی سرمایہ دارانہ غبارے کی ہوا نکال دیتی ہوں۔ ہو سکتا ہے اسلام کا ستارۂ اقبال عیسائیت کو فنا کر دیتا ہو۔ یہ بھی عین ممکن ہے نشاۃ ثانیہ کے عمل سے گزرنے والے اسلام کا 21ویں صدی میں طلوع ہوتا سورج مغرب کے لیے موت کا پیغام لایا ہو۔ لیکن سوال یہ ہے آپ ان وجوہات کی بنیاد پر اسلامی ممالک کو ہمیشہ کے لیے غلام بنائے رکھنے پر قادر ہیں؟ کیا آپ کی یہ عریاں خواہش تکمیل کا جامہ پہن سکے گی؟ کیا مسلمانوں کا مال و متاع تاقیامت آپ کی زندگیوں کو رنگین بنائے رکھنے کے کام آتا رہے گا؟

یہ ممکن ہے۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے۔ دنیا میں اس طرح ہوتا چلا آیا ہے کہ کسی قوم کے حکمران غیروں کے غلام بن گئے ہوں۔ وہ اپنی شاہانہ زندگی کا سکون دشمنوں کے سایۂ اجنبیت میں دیکھنے لگے ہوں۔ وہ غیرت کی تمام حدیں پھلانگتے ہوئے قوم کی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی بولی لگانے سے بھی گریز نہ کرتے ہوں۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے! قومی سطح کی یہ بے ضمیریاں صرف وہی لوگ سے نبھا سکتے ہیں، جن کی ماؤں نے انہیں "عالمی کٹھ پتلیاں" بننے کے لیے ہی جنم دیا ہو۔ صرف انہی جیسے لوگ آپ کے مفادات کے چوکیدار بن سکتے ہیں۔ جب تک کسی بھی قوم کا یہ بکاؤ مال موجود رہے گا، دوسروں کی قومی دولت لوٹنا آپ کے لیے ممکن ہے۔ ورنہ وہ دولت جس قوم کی ہے، وہی اسے استعمال کرتی ہے۔ وہ زمانہ قریب ہے جس میں قومیں اپنی دولت خود استعمال کریں گے۔

آج کی دنیا ردِ عمل کی ہے۔ آپ پتھر ماریں گے، تو اینٹ اس کا جواب ہوگی۔ آپ کسی کو گالی دیں گے، تو وہ آپ کا منہ توڑ دے گا۔ آپ کسی کا سر پھوڑیں گے، تو آپ کی گردن کاٹ دی جائے گی۔ اب آپ کی مرضی ہے۔ اگر آپ بات کا مطلب نہیں سمجھ سکے تو "جیمز فولی" کی روح بھی آپ کو سب کچھ بتانے پر تیار ہے۔ عملی طور پر سمجھنے کے لیے زمین پر اُتر کر دولتِ اسلامیہ کا دوبدو سامنا کرلیں۔ دنیا بھی دیکھ لے گی "عراق، دولت اسلامیہ کا قبرستان بنتا ہے یا افغانستان کے بعد امریکا کا ایک اَور قبرستان بنے گا۔ اگر سمجھ آگیا ہے، تو افغانستان سے واپس لوٹتے ہوئے اچھے بچے کی طرح گھر چلے جائیں۔

ہر عمل کا برابر، مگر مخالف ردِ عمل ہوتا ہے۔

اِک جسم لگاتا ہے دُوجے پہ جو اِک قوت
دوجا بھی لگائے گا، پہلے پہ وہی قوت
مقدار میں یکساں ہیں پر سمت مخالف ہے
اِک ہے عمل کی، دوجی ردِ عمل کی قوت

الف لام

مٹی کا بیٹا!

نہ جانے کیسی بے کلی سی ہے؟! ہوا کے دوش پر دماغ کے تمام دریچے کھولے بیٹھا ہوں کہ کسی موڑ پہ اچھوتے خیالات، عمدہ افکار اور دل رُبا سوچوں کی لہر چلی آئے۔ لیکن پھر بھی سمجھ نہیں پارہا کہ ابتدائے سخن کا کون سا اسلوب اختیار کروں!؟ اگر اپنی زمین پر قابض صلیبی افواج کے خلاف اسلحہ تھامتا ہوں تو اپنوں کی نظروں میں پرایا بن جاتا ہوں۔ اور جو صلیب کی غلامی میں مبتلا نہیں ہیں، وہ احمقانہ بنیادوں پر ان کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر مجھے "پاکستانی" کے لقب سے نوازتے رہتے ہیں۔ اگر جان کی امان پانے کی خاطر دیارِ غیر کی طرف ہجرت کرتا ہوں تو کابلی اور مہاجر بن جاتا ہوں۔ اس صورتِ حال میں بندۂ عاجز کی بغل میں لازماً سندِ ہجرت ہونی چاہیے۔ ورنہ جرم و ظلم کا عادی بنانے والے جیلوں کی اندھیری کوٹھڑیاں میرا مسکن قرار پائیں گی۔

میں نے جب بھی غاصبوں کا مقابلہ کیا ہے، تب ہی میرے ساتھ یہی ناجائز برتاؤ ہوا۔ لیکن بعد ازاں غبار چھٹنے پر واقعے کی حقیقت سامنے آئی تو میں تاریخ کا ایک روشن باب بنا دیا گیا۔ (مولوی مشک کا عالم) اس کا کیا مطلب ہے؟، غازی محمد جان خان اور غازی محمد ایوب خان کی طرح لوگوں کے دلوں کا ارمان بن گیا۔ ہمارے نفسیات کے استاذ نے بتایا کہ میری معلومات اور مشاہدات کے مطابق ملک سے محبت کا جذبہ دوسرے لوگوں کی نسبت ان لوگوں میں زیادہ ہوتا ہے، جن کا تعلق مسجد اور مدرسے کے ساتھ جڑا ہو۔ وجہ یہ ہے کہ وہ مادی چیزوں کے مقابلے میں وطن سے کئی گنا زیادہ محبت رکھتے ہیں۔ اگر اس مہر و وفا کے بدلے انہیں اپنی جانوں سے ہاتھ دھونا پڑے تو وہ پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔

اگر ہم اس بات کی طرف کچھ متوجہ ہو جائیں اور زیادہ دور جانے کے بجائے موجودہ تاریخ کے تازہ اوراق پلٹیں تو ہمارے دل یہ حقیقت جان لیں گے اور ہم دیکھ لیں گے کہ ملک کی حفاظت اور سرزمین کے دفاع کے نام پر جس قومی فوج کی عمارت قائم کی گئی تھی، وہ کس طرح اپنی دھرتی کے استحکام کے بجائے قابض اور جارح فوج کی خدمت میں سربسجود ہوئی پڑتی ہے!؟ وہ کس جرأت سے اپنی بندوقیں مسلمان ملت کے خلاف اٹھائے اظہارِ دلیری کر رہی ہے! وہ بیسویں صدی میں سوویت یونین کے حملے اور اکیسویں صدی میں امریکا اور نیٹو کے حملے کے وقت ستم گروں کے حضور سر جھکائے بدترین غلامی کی مثال بنی ہوئی ہے۔ یہاں ان با احساس افسران کو استثنا دیا جانا چاہیے جو جہاد کے میدان میں مجاہدین کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں اور فوج کی صفوں میں رہتے ہوئے دین کی حفاظت اور اس کے بقا کے لیے اہم کارنامے سر انجام دے رہے ہیں۔

حیران کن بات تو یہ ہے کہ میں ایمانی جذبے اور حکم باری تعالیٰ پر عمل کرتے ہوئے اپنا تن من دھن سب کچھ دین پر قربان کرتا ہوں تو اس میں دوسروں کی مداخلت کہاں سے آٹپکی ہے؟ کیا وہ بدلے میں دنیا کے خزانے میری زنبیل میں ڈال دیں گے؟! نامعلوم ان دنیاوی خزانوں سے میری کون سی خواہشات اور ارمان پورے ہو جائیں گے؟! لیکن سوال تو یہ ہے جو لوگ ہاتھوں میں اسلحہ اٹھائے افغان عورتوں اور بچوں کو موت کے گھاٹ اتار رہے ہیں، کیا یہ غیروں کی مداخلت اور استعماری مقاصد کی تکمیل نہیں ہے؟!

یہاں اہلِ عقل اور صاحبِ فکر یہ سمجھ لیں کہ طالبان کی مزاحمت کو کسی اَور کی خاطر لڑنے کا نام دینے کا ایجنڈا کہاں سے وجود میں آیا ہے؟؟ کیا یہ پروپیگنڈہ جارح افواج کے قبضے کو دوام دینے کے لیے غیر ملکی حربہ نہیں ہے؟ یہ سب کس کے کہنے پر ہو رہا ہے؟؟ غیروں کے خلاف میری مزاحمت کو دنیاوی اغراض و مقاصد کے حصول کا نام کیوں دیا جاتا ہے؟ کیا دیگر نوجوانوں کی طرح میری خواہشات نہیں ہیں، جن کو تیاگ کر میں گولیوں اور بم بارود کے میدان میں حاضر باش ہوں؟ کیا میرے سینے میں کوئی پتھر ہے، جس کی کوئی آرزو ہی نہیں ہوتی؟ میرے بھی ماں باپ اور بہن بھائی ہیں۔ گھر بار، بچے اور اپنی ایک خوبصورت زندگی ہے۔ لیکن وہ کیا اعلیٰ مقاصد ہیں جن کی وجہ اور اہمیت کی بنیاد پر میں دنیاوی اغراض او رآرزوؤں سمیت بہت کچھ قربان کرنے پر تل گیا ہوں۔

بقیہ: صفحہ نمبر 27 پر ملاحظہ فرمالیں۔

قندوز: کامیاب خیبر آپریشن

ابو عابد

قندوز افغانستان کے شمال میں واقع ہے۔ جس کے مشرق میں تخار، جنوب میں بغلان، مغرب میں بلخ اور شمال میں ہم سایہ ملک تاجکستان کی سرحدیں واقع ہیں۔ صوبہ قندوز 8040 مربع کلومیٹر کے رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔ جس کی آبادی تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق 8 لاکھ سے زیادہ ہے۔

قندوز کے مرکزی شہر کے علاوہ امام صاحب، چاردرہ، قلعہ زال، علی آباد، خان آباد اور دشت ارچی کے نام سے چھ اضلاع ہیں۔ صوبہ قندوز کو شمالی افغانستان کا دل کہا جاتا ہے۔ یہ شمال کا سب سے زیادہ زرخیز اور کثیر آبادی والا علاقہ ہے۔ یہ صوبہ ملک کے شمالی، مرکزی اور شمال مشرقی علاقوں کے درمیان واقع ہے، جو ان تمام خطوں کو ملاتا ہے۔ قندوز کی اسٹریٹجک اہمیت کے باعث ہمیشہ ہر لڑنے والے فریق نے اس علاقے پر قبضہ کرنے کی کوششیں کیں ہیں، تاکہ اس پر جم کر قدم آگے بڑھائے جا سکیں۔ امارت اسلامیہ کے دور اقتدار میں یہ خبر ساز علاقہ رہا ہے۔ ایک طرح سے یہ پورے شمالی خطے کی فتح کے لیے دروازہ سمجھا جاتا ہے۔ امریکا کے خلاف حالیہ جہاد میں بھی قندوز نے افغانستان کی سطح پر انتہائی واضح جہادی کردار ادا کیا ہے۔ یہ صوبہ جارحیت پسندوں کے خلاف نہ صرف جہاد کا ایک مضبوط اور ناقابل شکست مورچہ رہا ہے، بلکہ پورے شمالی خطے میں جہاد کے آغاز میں یہ صوبہ مقدمۃ الجیش اور مرکزی نقطے کی حیثیت اختیار کیے رہا ہے۔

استعماری ٹولے نے افغانستان پر قبضے کے بعد انتظامی تقسیم کے تحت ملک کے کئی حصے کیے۔ ہر حصے کی سیکورٹی ذمہ داریاں کسی نہ کسی ملک کو دیں، جس میں قندوز جرمنی کے حصے میں آیا۔ 2007ء میں یہ جہاد کا گرم محاذ بن گیا۔ جس نے کئی سالوں تک دشمن سے لوہے کے چنے چبوائے۔ اس کا اسی فیصد علاقہ مجاہدین کے کنٹرول میں آگیا۔ مجاہدین کی کامیابی نے دشمن کو اس خوف میں مبتلا کر دیا یہ صوبہ کلی طور پر مجاہدین کے ہاتھ میں آجائے گا۔ اس لیے جرمنی کی پوزیشن کمزور پڑنے پر امریکی فوج بھی اس خطے میں آگئی۔ انہوں نے یہاں اربکیوں کے باغی لشکر جنم دیے۔ بہت سے ایسے گاؤں جو پہلے مجاہدین کے زیر اقتدار تھے، شدید مقابلے کے بعد پھر سے دشمن کی ہاتھ میں چلے گئے۔

مگر اس سال خیبر آپریشن کے سلسلے میں امارت اسلامیہ کے متعین کردہ اہداف میں سے ایک بڑا ہدف قندوز سے دشمن کا مکمل صفایا بھی تھا۔ الحمدللہ! یہ منصوبہ بھی تکمیل پا گیا۔ اس صوبے کا 80 فیصد علاقہ دشمن کے قبضے سے چھڑا لیا گیا ہے۔ خیبر آپریشن کے آغاز کے ساتھ ہی اس صوبے کے عسکری امور کے ذمہ دار ملا عبدالسلام کی قیادت میں قندوز میں جہادی آپریشن کا آغاز ہوا۔ بے داغ منصوبہ بندی، عوامی تعاون اور مجاہدین کے اخلاص کی برکت سے جہادی آپریشن نے عوامی بیداری کی شکل اختیار کر لی۔ قندوز کے مجاہد عوام جنگِ آزادی کے میدان میں کود پڑے۔ انہوں نے اربکیوں پر شدید حملے شروع کر دیے، جن کو امریکا نے ان کے علاقوں پر مسلط کر دیا تھا۔ اس جہادی مزاحمت کے نتیجے میں قندوز کے صوبے حتی کہ مرکز کے تمام مضافاتی علاقے دشمن کے قبضے سے نکل گئے۔ مجموعی طور پر قندوز میں دشمن کی قوت ایک بار پھر کمزور ہو گئی ہے۔ اب قندوز میں دشمن کی قوت صوبے اور اضلاع کے مرکزی نقاط تک محدود ہے۔ قندوز میں عمومی جہادی ذمہ دار ملا عبدالسلام نے اس سال کی کامیابیوں کے حوالے سے مختصر بات چیت میں کہا ہے:

-"الحمدللہ! خیبر کے نام سے اس سال جس جہادی آپریشن کا آغاز کیا گیا تھا، اس میں مرکز کے قریب کچھ اضلاع فتح ہو گئے ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں:

1 ... ضلع ارچی میں وزیر خان جم، حسن ہوتک، ہژدہ نہریان، ارباب سید رحیم، داویان، صوفیان، سرہ مٹہ، وکیل شیر محمد، قریہ حاجی نعیم، ترکی، سلیمان خیل، سور کوٹ، شینواری، ملا قولی، لمڑ، شہروان، اکاخیل، دقناقی، کاکڑان، عید گاہ، باجوڑی وغیرہ۔

2... ضلع چہار درہ میں نو آباد، نہر صوفی، حضرتان، قریہ یتیم، قریہ قصان،

کولابی، زدران، عیسی خیل، خلازی، جمعہ بازار وغیرہ۔

3... قندوز کے مرکز میں کنم، حضرت سلطان، بوز، علیکہ، اند جانی، سوجیانی، سنگوش، کلنتتای، بکٹہ خیل، ملرغی وغیرہ۔

4... ضلع امام صاحب میں سیکو پرک، پل مدیر، الہ بیردی، قلم گذر، نغمہ بازار، قرغز، سنگچہ وغیرہ۔

5... ضلع خان آباد میں ایشان ٹوپ، مخلی، بوین اور اس کے دیگر کچھ گاؤں۔

مختصر یہ کہ خیبر آپریشن کے سلسلے میں مجاہدین نے صوبے کے مرکز سمیت مذکورہ تمام اضلاع میں 429 مختلف النوع حملے کیے۔ جس میں 433 داخلی فوجی زخمی اور 577 ہلاک ہوگئے۔ 33 رینجر گاڑیاں، 28 ٹینک اور 2 عام گاڑیاں تباہ ہوگئیں۔ 53 چیک پوسٹس فتح ہوئیں۔ 44 مجاہدین زخمی اور 36 شہید ہوگئے۔ اسی طرح حال ہی میں ضلع چہار درہ میں 2 مشین گن، 8 راکٹ، 4 رینجر اہل کار، ایک زیکویک، 50 کلاشنکوفیں، تقریباً 5 گاڑیاں اور مختلف النوع اسلحہ مجاہدین کو غنیمت میں ملا۔ ان حملوں اور کامیابیوں کی وجہ سے دشمن شدید شکست سے دوچار ہے۔

مذکورہ بالا اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ خیبر آپریشن کے نتیجے میں قندوز میں جنگی حالات کے اعتبار سے ایک بھرپور انقلاب آچکا ہے۔ وہ دشمن جو کبھی اپنی فتوحات کی مثال کے طور پر قندوز کو پیش کرتا تھا، اس سال کے آپریشن میں اللہ تعالیٰ نے انہیں واضح شکست سے دوچار کر دیا ہے۔ ان کی برسوں کی محنت مٹی میں مل گئی۔ وہ علاقے جو بہت زیادہ مصارف اور اخراجات کے بعد قبضہ کیے گئے تھے، ایک بار پھر ان کے ہاتھوں سے نکل گئے ہیں۔ قندوز میں حاصل ہونے والی فتح اس حوالے سے بہت اہم ہے افغانستان کے شمالی حصے میں اگر مشرقی جانب بدخشان میں جہادی آپریشن کامیابی سے ہم کنار ہو رہا ہے یا مغرب میں صوبہ فاریاب فتح کے قریب ہے، تو ان دونوں علاقوں کے درمیان صرف قندوز کا صوبہ ہی ایسا علاقہ ہے، جس نے دشمن کے حوصلے پست کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ جس سے دشمن مسلسل دباؤ میں ہے۔ پہلے دشمن کی ساری توجہ جنوبی صوبوں کی جانب تھی، وہ اب شمال میں بھی مجاہدین کے حملے روکنے کے لیے اقدامات پر مجبور ہے۔ ایسے حالات میں جہاں پورے افغانستان میں مجاہدین نے مسلسل دو اضلاع فتح کرڈالے ہیں، دشمن کے لیے انتہائی مشکل ہوگا کہ اتنے وسیع علاقوں اور محاذوں پر بیک وقت لڑے اور اپنے بے حوصلہ فوجیوں کو لاجسٹک سپورٹ اور ہتھیار فراہم کرے۔

بہر حال! قندوز کی فتح اور جہادی کامیاب خیبر آپریشن کے سلسلے میں ایک قابل توجہ پیش رفت ہے۔ آس پاس کے تمام صوبوں پر اس کے اہم اثرات پڑیں گے۔ امید ہے قندوز کی مکمل فتح حسب سابق پورے شمالی خطے کی فتح میں کلیدی کردار ادا کرے گی۔ ان شاء اللہ ★★★

بقیہ از: خودمختارانہ غلامی

ایک جانب امریکا کی سربراہی میں ملک کے طول و عرض میں مظلوم و محکوم عوام پر ظلم و سربریت کی داستان رقم ہو رہی ہے۔ دوسری جانب امریکی غلام صدارتی محل میں اپنے آقا کے اخراجات سے برطانوی سامراج کی موجودگی میں یوم آزادی کا جشن منا کر خود مختاری کا دعوی کر رہے ہیں۔ یہ دوغلی پالیسی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ یہ در حقیقت عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی ناکام کوششیں ہو رہی ہیں۔

ملک کا موجودہ نظام بہت بوسیدہ ہے۔ عملی طور پر امریکی سفارت خانے سے ملک کا نظام کنٹرول کیا جا رہا ہے۔ ان کی نظر میں عوام کی رائے کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ صدارتی انتخابات کا دور مکمل ہوا۔ ظاہری طور پر ایک امیدوار نے کامیابی حاصل کی ہے۔ لیکن امریکا نے بڑی دلیری سے ان کا مذاق اڑاتے ہوئے اپنی رائے مسلط کر کے فیصلہ سنا دیا۔ امریکی وزیر خارجہ نے بدمعاشی کی مثال قائم کرتے ہوئے اپنا حکم صادر کر دیا جس کے سامنے سب بے بس ہیں۔ ملک کی فضا اور زمینی راستے امریکا، برطانیہ اور نیٹو کے کنٹرول میں ہیں۔ آئے روز نہتے اور مظلوم عوام کو قتل کرنے کے دل خراش واقعات سنے جا رہے ہیں۔ لیکن پھر بھی خود مختاری کے دعوے کیے جا رہے ہیں۔ یوم آزادی کا جشن منا رہے ہیں۔ ملک پر 37 ممالک کی افواج قابض ہیں۔ ان کے زیر سایہ آزادی اور خود مختاری کا جشن منانا سمجھ سے بالاتر ہے۔ ان کی غیرت ختم ہو چکی ہے۔ جرأت کا فقدان ہے۔ ضمیر مردہ ہو چکا ہے۔ خود مختاری کے لیے پانچ عناصر لازمی ہوتے ہیں۔ معیشت، سیاست، نظریات، تہذیب و تمدن اور عسکری لحاظ سے مضبوطی۔ افغان حکام سے ایک سوال ہے ان پانچ عناصر میں کس عنصر کی مثال وہ پیش کریں۔ جس میں وہ خود مختار ہو۔ اگر ان پانچ عناصر میں سے وہ کسی ایک عنصر کی موجودگی ثابت کریں تو انہیں جشن آزادی منانے کا حق ہے۔ پھر ہم دعوی کر سکتے ہیں کہ ہاں! ہم ایک آزاد قوم ہیں۔

عبید خیبر

خود مختارانہ غلامی

آج سے 95سال قبل اس وقت کے سب سے بڑے سامراج "انگریز" کو افغان عوام نے لازوال قربانیوں، فداکاریوں اور جدوجہد کی بدولت شکست سے دوچار کیا تھا۔ وقت کے علمائے کرام، مشائخ عظام اور قومی عمائدین نے "غازی امان اللہ خان" سے کہا: وہ فرنگی سامراج سے ملک کی حقیقی خود مختاری کا باقاعدہ اعلان کریں۔ ملک کے جید علمائے کرام اور مشائخ نے کابل عید گاہ کی تاریخی مسجد میں امان اللہ خان کو غازی کا لقب دیا۔ ان کے سر پر آزادی کا تاج سجایا۔ ان سے کہا: بلا تاخیر ملک کی آزادی کا اعلان کیا جائے اور شریعت کے نفاذ کو عملی جامہ پہنایا جائے۔

بلاشبہ یہ دن افغانستان کی تاریخ میں بڑی اہمیت کا حامل دن ہے۔ یہ دن افغانوں کی شجاعت و بہادری، غیرت و حمیت، حریت اور قربانی کی اہم یاد گار ہے۔ جس کو شایان شان طریقے سے منانا اور اس کا احترام کرنا ہر افغانی اپنا ملی فریضہ سمجھتا ہے۔ کیوں کہ ایک وقت وہ تھا جب برطانوی سلطنت کا سورج بھی نہیں ڈوبتا تھا۔ لیکن اسی روز افغان عوام نے اپنی ایمانی قوت اور جہادی جذبے سے شکست دے کر اسے دنیا کے سامنے نشانِ عبرت بنا دیا۔ ہمارے بہادر اسلاف اور دلیر اجداد نے فرنگی طاغوت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی اور بڑی ہمت سے تین بار برطانوی یلغار کو پسپا کر کے ہر بار شکست سے دو چار کیا۔ آخر کار اسی تاریخ کو غیور افغانوں نے بین الاقوامی میدان میں انگریزوں کو افغانستان کی آزادی تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا۔ لیکن افسوس کا مقام ہے جب امان اللہ خان کی آنکھیں کھلیں اور انگریزوں کی یلغار ختم ہوئی تو انہوں نے افغانستان کی خود مختاری حاصل کرنے کے لیے ہراوّل دستے کا کردار ادا کرنے والے علمائے کرام، مشائخ عظام اور قومی عمائدین کے ساتھ مشورے کرنے، مفاہمت سے امور طے کرنے اور باہمی تعاون سے انتظامی معاملات نمٹانے کے بجائے غلامی کا طوق گلے میں ڈال لیا۔ وہ چھ ماہ کے لیے یورپ کے دورے پر گئے، جہاں انہوں نے افغان عوام کی قربانیوں کو بھلا دیا۔ جب وہ واپس اپنے ملک کو لوٹے غازی اور مجاہد امان اللہ خان نہیں تھے، بلکہ ان کا عقیدہ، سوچ اور ذہن تبدیل ہو چکا تھا۔ وہ مغرب کے ہم نوا بن چکے تھے۔

امان اللہ خان نے ترقی اور تعمیر کے نام پر اصلاحی اقدامات اٹھائے جن میں سب سے پہلے کابل کے مختلف علاقوں میں پولیس کو تعینات کر کے عورتوں کے سروں سے جبراً حجاب اتار والیا گیا۔ یورپی لباس کو تعلیمی اداروں میں ضروری قرار دیا گیا۔ چار شادیوں پر پابندی عائد کی، فوجیوں کے لیے داڑھی رکھنا ممنوع قرار دیا۔ سب سے اہم یہ کہ یورپ کے دورے کے دوران ملکہ ثریا کی محبوبانہ انداز و قابل اعتراض حالت کی تصاویر بڑی تعداد میں شایع ہوئی تھیں۔ اس کے علاوہ امان اللہ خان کے کچھ اس طرح کے مزید اسلام دشمن اقدامات نے افغان عوام کے صبر کا پیمانہ لبریز کر دیا۔ علمائے کرام کی جانب سے فتویٰ صادر ہونے کے بعد ان کے خلاف عوام اٹھ کھڑے ہوئے۔ یوں ان کے اقتدار کا سورج غروب ہوا اور وہ ملک سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔

آج افغانستان سے روسی افواج کے انخلا کے 25برس اور انگریزوں کو شکست دینے کے 95برس گزر چکے ہیں۔ مگر بدقسمتی سے ملک ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہونے کے بجائے ایک بار پھر طاغوتی قوتوں کی یلغار کا شکار ہو گیا۔ بہادر افغان قوم ایک بار پھر دنیا کی سپر پاور امریکا، شکست خوردہ برطانیہ اور نیٹو کی افواج سے نبرد آزما ہے۔ گزشتہ چودہ برس سے قابض وحشی افواج نے ملک کے نہتے عوام پر ظلم کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ وہ اب بھی قتل و غارت گری اور وحشت کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

بقیہ: صفحہ نمبر 34 پر ملاحظہ فرمائیں۔

آزادی کون منائے؟

تحریر: توریالی ہمت

افغانستان پر استعماری قوتوں کا قبضہ ہنوز برقرار ہے۔ ملک کی فضائی حدود ہوں، زمینی راستے یا فوجی اڈے... ان سب کے استعمال کا اختیار قابض قوتوں کے پاس ہے۔ ملک کے ہر گوشے، ہر گھر اور ہر دفتر میں اختیار ان قوتوں کا چلتا ہے۔ انگریز کے بعد سوویت یونین نے ملک پر یلغار کی اور اب 48 ممالک سے زائد سامراجی قوتوں نے افغانستان پر فوج کشی کر کے ناجائز قبضہ کر رکھا ہے۔ جس کے خلاف مسلح جہاد جاری ہے۔ ایک کو یلغار کہنا اور دوسرے کو جائز سمجھنا کس عقل کی رُو سے ٹھیک ہو سکتا ہے؟ آزادی کا مطلب ہوتا ہے کوئی اپنے داخلی اور خارجی امور کو نمٹانے میں خود کفیل رہے۔ ان میں کسی غیر کی دخل اندازی نہ ہو۔ جب کہ یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ ادھر صدارتی محل میں انگریزوں کے غلام جشنِ آزادی مناتے ہیں۔ اس جشن کے اخراجات امریکی، برطانوی، فرانسیسی و دیگر قابض ممالک برداشت کر رہے ہیں۔ یہ کیسا جشن آزادی ہے جس کے تمام اخراجات دشمن برداشت کرے؟! یہ آزادی اور خودمختاری کی توہین اور تضحیک کے سوا کچھ نہیں ہے۔

وطن عزیز کے عوام کو معلوم ہے کہ یوم آزادی کے موقع پر صوبہ ہرات میں قابض امریکی فوجیوں نے دو معصوم بچوں کو اندھا دھند فائرنگ کر کے شہید کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ آئے روز ملک کے مختلف علاقوں میں نہتے شہری قتل کیے جا رہے ہیں، لیکن کسی کو ان سے حساب لینے اور پوچھ گچھ کرنے کا حق نہیں۔ کیا یہ ملک آزاد کہلانے کا مستحق ہے؟ ہرات کے واقعے سے ثابت ہوا امریکا نے اپنے ماتحت افغان ادارے کو یہ پیغام دیا ہے: "جشن آزادی منانے والو! تم کس چیز کا جشن مناتے ہو؟ تمہارا ملک آزاد نہیں ہے۔ اگر ملک آزاد ہوتا تو کیا کوئی ہمارے معصوم بچوں کو ٹیڑھی آنکھ سے دیکھ سکتا تھا؟ افغانستان کے کٹھ پتلی حکمران نے ہرات کے واقعے پر امریکا سے شکوہ بھی نہیں کیا۔ مذمت کرنا تو دور کی بات ہے۔ جشن آزادی منانا ان کا حق ہے، جو آج بھی ملک کو غاصبوں کے قبضے سے چھڑانے کے لیے برسرپیکار ہیں۔ ملک کو حقیقی طور پر آزاد کرانے کے لیے سنگلاخ پہاڑوں میں وقت کے فرعونوں سے نبرد آزما ہیں۔

اگر نیشنل آرمی کے جوانوں میں معمولی جرأت بھی ہو تو وہ جشن آزادی کے موقع پر ملک کے بہادر غازی رفیع اللہ شہید کی طرح کارنامہ انجام دیتے۔ وہ اپنی بندوقوں سے دشمن کے سینوں میں گولیاں پیوست کر دیتے۔ جشن آزادی کے موقع پر حامد کرزئی "اپنے بڑوں" کے احترام میں سر جھکائے کھڑے ہیں۔ جن کی تصویر اگلے روز اخبارات کی زینت بنی۔ جب کہ دوسری جانب بگرام، قندہار، گوانتانا موبے و دیگر عقوبت خانوں میں مسلمان قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں ہمارے لوگ شہید ہو چکے ہیں۔ روز روز نہتے عوام پر قابض افواج کے مظالم کی دل خراش داستانیں سنی جا رہی ہیں۔ جن کو بیان کرنے سے انسانیت شرما جاتی ہے۔ کیا ان کے لیے ڈوب مرنے کا مقام نہیں ان کے گھر اور اہل خانہ کا تحفظ غیر ملکی اہل کار کر رہے ہیں۔ ملک میں مزید قیام کرنے کی منتیں کر رہے ہیں۔ آزادی کسی خیرات میں ملے یا بطور احسان۔ افغانی غیرت اس پر فخر کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہے۔

افغانی غیرت مند لوگ ہیں۔ وہ اپنے قومی وقار اور ملی غیرت کا ہر حال میں دفاع کرنا جانتے ہیں۔ مجاہدین کے لیے فخر کی بات ہے کہ وہ انگریز اور روس کو شکست دے کر اب ایک بار پھر جارحیت پسندوں کے خلاف جہاد کر رہے ہیں۔ جشن آزادی منانا ان کا حق ہے۔ عالمی سطح پر کوششیں جاری ہیں کہ حقیقی آزادی کو نام نہاد آزادی میں تبدیل کیا جائے۔ یہ ایسا ہے جیسے کسی کے والد چور کو گھر سے بھگا دیں۔ کچھ عرصے بعد جب اس چور کے بیٹے اسی گھر پر حملہ کریں اور گھر پر قبضہ کر لیں، تو گھر کا مالک فخر سے چیخ رہا ہو میرے والد محترم نے گھر سے ان چوروں کے ابا کو بھگایا تھا۔ کیا اس پر لوگ یہ نہیں کہیں گے: "خود تمہارے اندر غیرت نہیں ہے جو چور کو نکال سکو؟ صرف اپنے والد کے کارناموں پر فخر کر رہے ہو!

ایک ساتھی نے خواب دیکھا "وہ جنت میں ہے۔ جنت میں افغان غازیوں کا لشکر اور جہنم میں انگریزوں کا گروہ ہے۔ افغانوں اور انگریزوں کا مناظرہ ہوا۔ افغانوں کے سربراہ وزیر اکبر خان ہیں۔ جب کہ انگریزوں کی قیادت "مکناٹن" کر رہے ہیں۔ مکناٹن نے وزیر اکبر خان سے کہا: "افغانستان میں کیا صورت حال ہے، آپ کا اختیار چلتا ہے یا میرا؟" وزیر اکبر خان نے کہا: "تم اس دن کو یاد کرو جب میرے ساتھیوں نے میوند میں آپ کے بیس ہزار فوجیوں کو جہنم واصل کیا تھا۔ لغمان میں بھی میرے ساتھیوں نے "ریشمین تنگی" کے مقام پر آپ کے گیارہ ہزار فوجیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ دوسری طرف میرے ساتھیوں نے تمہاری عورتوں کا کتنا خیال رکھا۔ اپنی ماں بہن کی طرح انہیں عزت دی۔ تمام انگریز عورتوں کو ڈاکٹر "بریڈن" کے ساتھ واپس بھیج دیا۔" مکناٹن نے پھر وزیر اکبر خان سے کہا: "میرے نواسے ہلمند، میوند، ریشمن تنگی، کابل اور نور علاقوں پر قابض ہوگئے۔ حتی کہ میرے ملک کا شہزادہ "ہیری" بھی کئی بار ہلمند اور میوند جا کر اپنے اجداد کے نقش قدم پر چلا۔ آپ کے نواسے ان کے سیکورٹی گارڈ کا کردار ادا کر رہے ہیں۔" وزیر اکبر خان نے جواباً کہا: "میرے اصل وارث اب بھی آپ کے بچوں پر اس طرح حملے کر اور آگ برسا رہے ہیں، جس طرح میں اور میرے ساتھی آپ کے فوجیوں پر حملے کر رہے تھے۔ میں نے آپ کے مرکز بالاحصار میں ہی آپ کا سر پھوڑا تھا۔ اب میرے اصل بیٹے "رفیع اللہ" نے آپ کے مرکز قرغہ میں جنرل کا خاتمہ کر دیا۔ جو افغانی غلام ہو چکے ہیں، ان کے اجداد اُس وقت بھی غلام تھے۔"

انہوں نے مکناٹن سے پوچھا: "آپ اپنے بیٹوں سے پوچھیں ہمارے فدائی مجاہدین کے خوف سے وہ کیوں پیمپر کا استعمال کرتے ہیں؟ آپ کے جن بیٹوں نے افغانستان میں وقت گزارا ہے، کیا وہ مختلف نفسیاتی بیماریوں کا شکار نہیں ہیں؟ وہ خودکشی نہیں کر رہے؟ وہ دوبارہ افغانستان آنے کے لیے کسی بھی قیمت پر تیار ہیں؟ وہ میرے بیٹوں کے خوف سے لندن میں خودکشی نہیں کر رہے؟" مکناٹن نے وزیر اکبر خان سے کہا: "آپ کے وارث خلافت سے کم کسی چیز پر تیار نہیں ہوتے۔ اب کیوں ابوجہل کے نظام پر راضی ہوگئے؟" وزیر اکبر خان نے جواب دیا: "میرے اصل وارث اب بھی خلافتِ راشدہ کے لیے لازوال قربانیاں دے رہے ہیں۔ البتہ کچھ افغان نما لوگوں نے خلافت کی راہ میں رکاوٹ ڈال کر آپ کے ساتھ تعاون کیا ہے۔ لیکن وہ دن دور نہیں جب یہ تمام رکاوٹیں دور ہو جائیں گی۔ یہ کام اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے۔ اور اللہ حق والوں کے ساتھ ہوتا ہے!

ابوالکلام آزاد نے فرمایا تھا

محمد فرہاد جانباز

آپ سمجھ دار ہیں۔ جب آپ کے سامنے دل بھاتا اور بھینی بھینی خوش بو والا ایسا کھانا رکھ دیا جائے، جس کی مہک سے ہی منہ پانی سے بھر جائے، لیکن دوسری طرف وہ بے حد گرم بھی ہو۔ جیسے ابھی ہی آگ اُگلتے چولہے سے اتار کر دسترخوان پر سجا دیا گیا ہو۔ تب عقل کہتی ہے: "آپ گرم کھانا نہیں کھا سکیں گے۔ یہ آپ کے منہ میں جائے گا، تو حلق جل جائے گا۔ زبان پر چھالوں کی کانٹے دار فصل اُگ آئے گی۔ وہ چُبھیں گے، تو آپ پریشان ہوں گے۔ دل تنگ ہوگا۔ طبیعت خراب ہو جائے گی۔" عقل کی یہ باتیں سُن کر آپ کا فیصلہ یہ ہوگا: "اس کھانے کو ذرا دیر کے لیے پڑا رہنے دیا جائے، تاکہ ٹھنڈا ہو جائے تو کھانے میں آسانی بھی ہوگی اور لطف بھی محسوس ہوگا۔"

بس! یہی وہ بنیادی نکتہ ہے...! اسی طرح اختلافی ماحول ہوتا ہے۔ جب اختلاف کی گرم لُو چل رہی ہو، ایسی فضا میں مسائل حل نہیں ہوسکتے۔ آپ کرنا چاہیں گے تو پریشانی، ناکامی اور نامرادی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ چیز آپ کی طبیعت میں بدمزگی پیدا کر دے گی۔ لہٰذا! کچھ دیر کے لیے اس اختلافی ماحول سے کٹ جائیں۔ کنارہ کر جائیں۔ دماغ پر بوجھ مت لیں۔ ٹھنڈا پانی پی کر اسے سوچنے کی مہلت دیں۔ تاکہ وہ مکمل متانت کے ساتھ مسئلے کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرے اور ایک متناسب و سنجیدہ رائے قائم کرے۔ جب بھڑکتے جذبات پُرسکون ہو جائیں، تو آئیں، مسکرائیں اور مسئلہ حل کر لیں۔

یاد رکھیں! اللہ نے انسان کا دماغ سوچنے کے لیے بنایا ہے۔ اسے اپنا کام کرنے دیں۔ وہ آپ کو اچھی باتیں سوچ کر بتائے گا۔ دماغ کو "انا" کی آگ میں مت جلائیں۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ آپس میں اختلاف پیدا نہیں کرنا چاہتے۔ اگر ہوں بھی، تو ان کی خواہش ہوتی ہے جلد سے جلد یہ معاملہ ختم ہو جائے۔ لیکن یہ اختلاف فنا کے گھاٹ اس لیے نہیں اُترتے کہ لوگ دماغ کو انانیت کی کوڑھ کا شکار بنا دیتے ہیں۔ جس سے وہ سوچ وبچار اور فکر و نظر کا کام کرنے کے قابل نہیں رہتا۔

لیکن یہ بھی یاد رہے! مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ نے فرمایا تھا: "اختلاف مسئلے کا ہو تو حل دو منٹ میں ہو سکتا ہے۔" "اگر اختلاف ذاتی غرض اور نفسانی مفاد کا ہے، تو جان لینا چاہیے یہ وہ اختلاف ہرگز نہیں ہے، جس کو کائناتِ رنگ و بو کے حسنِ دل رُبا سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی بھی بھائی نظریے کے علاوہ مفاداتی اختلاف کی گتھیاں سلجھانے کا خواہش مند ہے تو پھر یہی عرض کیا جا سکتا ہے ۔

تری دعا ہے کہ ہو تیری آرزو پوری
مری دعا ہے تیری آرزو بدل جائے

ڈاکٹر عطا محمد رحیمی

صبحِ آزادی کی اذان

کئی سال پہلے طالبان کی ایک ویڈیو دیکھی تھی، جس میں دکھایا جارہا تھا: دو جاسوسوں کو ان کے اعتراف کے بعد ہلاک کیا گیا۔ ان جاسوسوں نے اقرار کیا انہیں 2 سوڈالر، جو تقریبا 10 ہزار افغانی بنتے ہیں، دیے جاتے تھے۔ میرا وجدان کہتا ہے: "انٹیلی جنس ایجنسی انسانوں کو ہلاک کرنے کی ایک مشین ہے۔" ہے نا یہ تعجب کی بات! یہ لوگ ماہانہ دس ہزار افغانی کے بدلے مہینے میں اوسطاً دس آدمیوں کو قتل یا گرفتار کرواتے ہیں۔ گویا ایجنٹ کے لیے ایک ہزار میں ایک افغان نوجوان کو مجرم بنا کر پیش کرنا لازمی ہوتا تھا۔

خفیہ اداروں کے بارے میں حاصل ہونے والی یہ پہلی معلومات تھیں۔ بعد میں معلوم ہوا، ہم نے دیکھا بھی کہ اس ادارے میں کس قماش کے لوگوں کا تقرر کیا جاتا ہے۔ وہ کس طرح کے سلوک کے عادی ہوتے ہیں۔ ان سے انسانیت کی امید رکھنا، انسانی شرافت کی تذلیل ہے۔ ظاہر سی بات ہے کہ انٹیلی جنس ادارے کا کام کسی بھی ملک کے لیے انتہائی بنیادی نوعیت کا ہوتا ہے۔ اس ادارے کی اہمیت ایک نظام کے لیے ہے نہ کہ کسی خاص گروپ کے لیے۔ ہمارے ملک میں الف سے ی تک تمام امور خارجی مفادات کے مطابق انجام دیے جاتے ہیں۔ ایسے میں اِن ایکٹیویٹیز کے حامل ادارے کا وجود اسلامی و ملکی اقدار کی تباہی کے مترادف ہے۔ کابل کے علاقے "بادام باغ" کی جیل میں خواتین اور ان بچوں کو رکھا جاتا ہے، جن کی عمریں 18 سال سے کم ہوں۔ خواتین کے حصے کے حوالے سے تفصیلات بتانے سے اس لیے گریز کر رہا ہوں کہ انٹیلی جنس ادارے کا مقصد خواتین کی بے حرمتی اور ان کی تذلیل ہی ہے۔ اس حوالے سے ایک ایرانی خاتون صحافی کی ویڈیو رپورٹ ہی کافی ہے، جس کا عنوان ہے: "کابل کے جنسی جرائم۔" مگر بچوں کے بلاک میں ایسے وحشت ناک جرائم کا ارتکاب کیا جاتا ہے کہ جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہو وہ بھی لرز کر رہ جائے۔ گزشتہ عید کو اس جیل سے ایک بچہ رہا ہوا۔ اس نے بتایا: "اس جیل میں ایک قندھاری نوجوان کو لایا گیا۔ اس کی عمر 18 سال سے زیادہ معلوم ہو رہی تھی، مگر امریکی اسے زبردستی یہاں لے آئے تھے۔ اس پر الزام تھا 'وہ فدائی حملہ کرنا چاہتا تھا۔' لیکن وہ امریکیوں کے سامنے انکار پر انکار کیے جارہا تھا۔" امریکیوں کی یہ عادت ہے کہ جس سے وہ اپنے مقصد کی بات اُگلوانے میں ناکام رہیں، تو اسے افغانی فوجیوں کے حوالے کر دیتے ہیں۔ قیدی بچے کے بقول "جب ایک دن ہمیں تفتیش کے لیے انچارج کی میز کے آگے قطار میں بٹھایا گیا، اس دوران دو ڈیل ڈول والے اہل کاروں نے اس نوجوان کو خون سے لت پت حالت میں لاکر ہمارے سامنے پھینک دیا۔ انچارج نے غصے سے ان وحشی اہل کاروں سے پوچھا: "اس نے اب تک اعتراف نہیں کیا؟" انہوں نے مایوسی سے سر ہلایا۔ تفتیش کار نوجوان کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: "دیکھو! آج امریکیوں نے آخری تاریخ دی ہے۔ آج تم ضرور اعتراف کر لو!" قیدی کے بقول نوجوان دھیرے سے زیر لب مسکرایا اور ہلکا سا سر اُٹھا کر انچارج سے کہنے لگا: "یہ تو انتہائی آسان ہے، مگر تم لوگ پہلے ایک گلاس پانی پلا دو! میں آپ کو تفصیل بتادوں۔"

انچارج کے چہرے پر مسرت کی کلیاں پھوٹ نکلیں۔ قیدی کو اٹھا کر کرسی پر بٹھایا اور پانی کا گلاس اس کے لرزتے ہاتھوں میں تھما دیا گیا۔ نوجوان نے ایک ہی سانس میں سارا پانی حلق میں انڈیلا اور گلاس میز پر رکھ کر ٹیک لگالی۔ اس نے کھنکار کر گلا صاف کیا اور نیم وا آنکھوں سے انچارج کو دیکھا۔ پھر آہستگی کے ساتھ کہنے لگا: "جناب والا! آپ نے مجھے پانی پیتے ہوئے دیکھا ہے۔ اگر آپ نے مجھ سے یہ اعتراف کروالیا کہ میں نے آپ کی میز پر رکھے ہوئے گلاس کا پانی پیا ہے، تو میں آپ کو مان جاؤں گا!" یہ سننا تھا کہ انچارج کے سینے میں بے عزتی، توہین اور اہانت سے انتقام کا الاؤ بھڑکنے لگا۔ ایجنسی نے نوجوان کو مار مار کر ادھ مُوا کر دیا۔ ساتھ ہی اس کے ساتھ جنسی درندگی کا ایسا رویہ اختیار کیا کہ جب اسے امریکیوں کے حوالے کیا گیا تو وہ نامرد ہو چکا تھا۔"

قیدی بچے نے اس طرح کے درجنوں واقعات سنائے۔ اس کا کہنا تھا: ہمیں ہر وقت تحقیق کے لیے بلایا جاتا ہے۔ تفتیشی افسر طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ چھیڑتے ہوئے کہتا ہے: "تم لوگ جس خدا کے لیے قربانیاں دے رہے ہو، جاؤ! اپنے خدا کو بلاؤ!"

بقیہ: صفحہ نمبر 40 پر ملاحظہ فرمائیں۔

سید سعید

جنگی جرائم

{اگست 2014}

ایک اور دو اگست کے دن باشندگانِ وطن کے لیے کسی حد تک امن وسلامتی کا پروانہ لیے طلوع وغروب ہوتے رہے تھے۔ لیکن امن کی اس 'آشا' کی عمر صرف دو دن ہی تھی۔ لہذا جوں ہی امن کی لوری گاتی آشا "جاں بحق" ہوئی، تو اگلے ہی روز 3 اگست 2014 کو صوبہ ننگرہار کے ضلع 'حصارک' میں 'سرگردان چوک' پر قابض افواج نے فضائی حملہ کرکے 6 عام افغان شہری شہید کر دیے۔

5 اگست کو قابض افواج نے وحشیانہ بمباری کرکے صوبہ ہرات ضلع شین ڈنڈ کے ائیرپورٹ کے قریب چار افراد کو بے رحمانہ انداز میں شہید کر دیا۔ اسی دن صوبہ بغلان کے ہم نام ضلع 'بغلان' میں 'دوسڑک' کے علاقے میں افغان فورسز نے امریکی نمک کا حق ادا کرتے ہوئے اپنے ہی ہم وطن ایک بے گناہ شخص اور معصوم عورت کو فائرنگ کرکے موت کی نیند سلا دیا۔

اگست کی 6 تاریخ کو صوبہ ننگرہار ضلع شیرزادو کے علاقے 'گندومک' میں قابض افواج نے ظالمانہ فضائی حملہ کرکے ایک شہری شہید اور چار زخمی کر دیے۔ 6 اگست ہی کو صوبہ فاریاب ضلع خواجہ موسیٰ کے مضافات میں کمانڈر 'سلام' کے اربکی اہل کاروں نے دو خواتین اور ایک معصوم بچے کو بلاوجہ موت کے گھاٹ اتار دیا۔

ایک دن کے وقفے کے بعد 8 اگست کو جارحیت پسند افواج نے صوبہ پکتیا ضلع زازۂ اریوب میں 'رقیبان' کے مقام پر افغانوں کا "رقیب" بن کر چھاپہ مارا اور بعد ازاں علاقے پر سفاکانہ بمباری کی، جس کے نتیجے میں 14 نہتے شہری شہید ہو گئے۔

8 اگست کو افغانستان کے ایک دوسرے صوبے زابل کے ضلع شہر صفا کے 'کاریز' گاؤں میں غاصب افواج نے افغان فورسز کے ساتھ مل کر چھاپہ مارا۔ ہر گھر کی تلاشی لینے کے دوران مسجد کے پیش امام سمیت چار بے گناہ افراد کو موت کے منہ میں دھکیل دیا۔

اگلے دن 9 اگست کا سورج صوبہ ننگرہار ضلع حصارک کے مضافاتی باشندوں کے لیے موت کا پیغام لیے طلوع ہوا۔ ظالم افغان فورسز نے ایک عام شہری کو کوئی بھی جرم بتائے بغیر شہید کیا اور پانچ افراد کو اذیتوں سے دوچار کرنے کی خاطر بے جا حراست میں لے لیا۔

10 اگست کے دن قابض افواج نے صوبہ ہلمند ضلع گریشک کے نہرسراج کے علاقے 'سیمنٹی پل' کے مقام پر چھاپے کے دوران چار مقامی افراد کو بے وجہ ہی حوالۂ زندان کر دیا۔

11 اگست کی صبح صوبہ فاریاب ضلع چھلگری کے 'چہار شنبہ بازار' میں افغان فورسز نے ایک شخص کو کلمہ گو ہونے کے جرم میں زخمی اور بارہ کو پابندِ سلاسل کر دیا۔

13 اگست کے دن چمکتے سورج تلے قابض افواج نے صوبہ پکتیا ضلع زرمت کے 'سہاکو' علاقے میں شک کی بنیاد پر چھاپہ مارا۔ تلاشی کے دوران مکینوں کے سالوں کی محنت سے گزارے لائق جمع کیے گئے مال ومتاع کو 'مالِ مفت، دلِ بے رحم' کے طور پر بھاری نقصان پہنچایا، بعد ازاں انہوں نے بمباری بھی کی۔ نتیجۃً دو بے گناہ خواتین سمیت تین افراد شہید ہو گئے۔

13 اگست کو صوبہ نورستان ضلع کامدیش کے گوردیش گاؤں پر قابض افواج کے ڈرون حملے میں دو معصوم بچے جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

14 اگست کو قابض افواج نے صوبہ غزنی کے ضلع شلگر کے 'نانی' نامی گاؤں سے تین افراد کو کوئی بھی وجہ بتائے بغیر گرفتار کر لیا۔

ایک دن بعد 16 اگست کو صوبہ ہلمند ضلع خانشین کے قلعہ 'غلامان' میں مقامی کمانڈر "ضابط" نے ایک دینی مدرسے کے استاد مولوی "صالح محمد" کو مدرسے میں زبردستی گھس کر حراست میں لے لیا۔ بعد ازاں ظالم کمانڈر نے انہیں اپنی بدنام زمانہ سفاکیت کی بھینٹ چڑھا دیا۔

17 اگست وہ دن تھا، جس میں خبروں کی حد تک اہلِ وطن جان کے نقصان سے محفوظ رہے تھے۔ البتہ یہ کسر 18 اگست کو قابض افواج نے صوبہ ہرات ضلع شین ڈنڈ کے ائیرپورٹ کے قریب دو بچوں کو شہید کرکے پوری کی۔

19 اگست کو قندہار ضلع شاہ ولی کوٹ کے علاقے 'حاجیان' میں قابض اور افغان

فورسز کے راکٹ حملے اور ڈرون طیارے کی بم باری سے پانچ شہری شہید اور تین زخمی ہوگئے۔ اسی دن صوبہ ہلمند کے صوبائی دارالحکومت 'لشکر گاہ' کے قریب قابض افواج نے چھاپہ مار کر ایک بے گناہ شخص کو شہید اور دو کو حراست میں لے لیا۔ دوسری طرف صوبہ قندوز ضلع چہاردرہ کے 'نو آباد' علاقے میں افغان فورسز نے ایک کسان کو مسلمان ہونے کے جرم میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ادھر صوبہ ننگرہار ضلع غنی خیل میں 'گلاہی' کے مقام پر اسی طرح بلاجواز کاروائی میں افغان کٹھ پتلی اہل کاروں نے چار افراد کو حراست میں لے لیا۔

اگلے روز 20 اگست کو صوبہ پکتیا ضلع زازء اریوب کے 'خیر مانی' کے علاقے میں افغان فوجیوں نے ایک ہم وطن باشندے کی گاڑی پر فائرنگ کر دی، جس کے نتیجے میں ایک بچہ شہید اور ایک زخمی ہوگیا۔

21 اگست کا دن بھی ایسی ہی خبریں دے کر رات کی لپیٹ میں آگیا تھا۔ اس روز صوبہ زابل ضلع شاہ جوئی کے 'لودین' گاؤں میں حکومتی حمایت یافتہ قاتل ملیشیا کے درندوں نے ایک شخص 'محمد حسن ولد محمد ابراہیم' کو تشدد کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا۔ اسی دن صوبہ قندوز ضلع چہاردرہ کے علاقے 'قریہ یتی' میں قابض افواج کے ڈرون حملے میں دو افراد جان کی بازی ہار گئے۔

22 اگست کو قندہار ضلع خاکریز کے 'لالک' اور 'زرک' کے علاقوں میں قابض اور افغان فورسز نے مشترکہ قتل مہم کے دوران دو افراد کو شہید اور پانچ کو زخمی کر دیا۔ اسی روز صوبہ لوگر کے دارالحکومت کے قریب 'پادخواب' کے مقام پر قابض افواج نے فضائی حملے میں تین شہریوں کو شہید اور دو کو زخمی کر دیا۔ یہی دن صوبہ غور کے باشندوں کے لیے بھی پیغام موت لایا تھا۔ غور کے دارالحکومت میں پولیس نے ایک مسافر گاڑی پر بلا اشتعال گولیوں کی بارش برسادی، جس کے نتیجے میں تین مسافر زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہوگئے۔ پولیس چیف نے بھی اس واقعے کی تصدیق کرتے ہوئے کہا: "ہماری پولیس کے ہاتھوں تین بے گناہ شہریوں کی ہلاکت کی خبر ہم تک پہنچی ہے۔"

23 اگست کو صوبہ ہلمند ضلع نوزاد میں 'انزر شالی' کے علاقے میں اُسی قاتل پولیس نے فائرنگ کر کے ایک شخص کو شہید کر دیا۔

کئی روز کے وقفے کے بعد 28 اگست کو موت کا رقص قندہار ضلع شاہ ولی کوٹ کے 'نصیر کاریز' میں دیکھا گیا۔ اس دن علاقے میں قابض افواج نے فضائی حملہ کیا، جس کے نتیجے میں دو افراد کی زندگیوں کا چراغ گل کر دیا گیا جب کہ دیگر پانچ کو "حیاتیاتی ایندھن" کی کمی کا شکار کر دیا۔

اگلے روز 29 اگست کو قابض افواج نے اپنے وحشیانہ پن کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے بمباری اور فائرنگ سے قندہار ضلع 'خاکریز' اور ضلع 'غورک' کے درمیان 'حاجی ایوب' کے مقام پر 6 نہتے شہریوں کو بے رحم موت کی وادی میں دھکیل دیا۔

اسی ماہ کی آخری تاریخ 30 اگست کو قابض افواج نے صوبہ غزنی کے خوگیانو کے گاؤں 'وکدی' پر چھاپہ مارا۔ چادر و چار دیواری کا تقدس پامال کرتے ہوئے گھر گھر کی تلاشی کے دوران تین افراد کو حراست میں لیا۔

اسی دن قابض افواج نے کابل کے ضلع سروبی کے مضافات اور صوبہ لغمان کے بارڈر کے قریب ظالمانہ بمباری کی، جس کے نتیجے میں چار افراد زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

اقتباسات: بی بی سی = آزادی ریڈیو = افغان اسلامک نیوز ایجنسی = پژواک، خبریال = نن ٹکی ایشیا اور بینوا ویب سائٹس۔

بقیہ از: صبحِ آزادی کی اذان

اس طرح کی اذیتوں میں قوم کے جوانوں، علماء، روحانی اکابرین اور قومی رہنماؤں کو مبتلا کرنا اسی انٹیلی جنس ادارے کا کیا دھرا ہے۔ اس ادارے کی وجہ سے ملک کے گوشے گوشے میں تعلیمی مراکز کا خاتمہ کیا جارہا ہے۔ یہاں تک کہ ذاتی دشمنی کی بنا پر لوگوں کو گوانتاناموبھیجا گیا۔ کچھ کو جیلوں میں بے گور و کفن غائب کیا گیا۔ مگر پروان کے فدائی مرکز سے چھ سرفروش مجاہدین نے ننگرہار کے اس ادارے پر دن دیہاڑے حملہ کر کے کئی مظلوم قیدیوں اور شہداء کا بدلہ لیا۔ یہ چھ فدائی اُنہیں مظالم کا جواب دینے آئے تھے جو خدا کی مدد کو طعنہ بناتے تھے۔ پانچ گھنٹے تک جاری رہنے والی اس لڑائی میں 70 ایجنٹس کو ہلاک اور 83 کو شدید زخمی کر دیا۔ یہ انتقام تھا۔ یہ طعنوں کا جواب تھا۔ یہ خدا سے مقابلے کی سزا تھی۔

خیبر کی فتوحات کے اس ایمان افروز ماحول میں ہونے والے حملوں کی جھنکار نے ایسے ہزاروں دلوں پر مرہم رکھا، جو اب تک انٹیلی جنس درندوں کے ہاتھوں زندگی سے زیادہ موت کی دعا مانگتے تھے۔ "اللہ اکبر" کے نعروں نے کفر کے درو دیوار کو تھرا کر رکھ دیا ہے۔ جس کا دشمن نے بھی اعتراف کیا ہے۔ یقیناً اللہ کی جماعت کے سامنے کروڑوں ڈالر کے دفاعی حصار، رینجر گاڑیوں کے پہرے اور کنکریٹ کی دیواریں کچھ بھی نہیں۔ ملک میں حکومت کے نام پر عوام کے خون چوسنے والے اس ادارے کو اعتراف کرنا چاہیے "تیرہ سال تک عوام کا لہو نچوڑنے اور ان کی جمع پونجی لوٹتے رہنے کا تماشہ اب ختم ہونے کو ہے۔ اب راہ حق کے سچے راہ رُو جان ہتھیلی میں رکھ کر ان پر چڑھ دوڑیں گے۔ ہم کھلی آنکھوں دیکھ رہے ہیں کہ کابل کے صدارتی محل کے بلند و بالا میناروں سے صبح آزادی کی اذان گونج رہی ہے! ★★

افغانستان اگست 2014 میں

احمد فارسی

اس تحریر میں دشمن کے صرف ان نقصانات کو بیان کیا گیا ہے، جن کا اس نے اعتراف کیا ہے۔ نقصانات کے صحیح اعداد وشمار "الامارہ" ویب سائٹ اور دیگر ویب سائٹس پر ملاحظہ کریں۔ رواں سال 2014 کا اگست بھی گزشتہ مہینوں کی طرح حملوں اور آپریشنز سے بھرپور رہا ہے۔ اس ماہ مجاہدین کے حملے اور کارروائیاں بڑھ گئیں۔ جس سے جارحیت پسند دشمن اور اس کے داخلی مزدور سخت دباؤ کا شکار ہیں۔ انہیں بے شمار نقصانات بھی پہنچے ہیں۔ اس ماہ میں مجاہدین نے کئی کامیابیاں حاصل کیں، جو نمونے کے طور پر پیش کی جارہی ہیں۔

میرا دشمن بھی زخمی ہے!

اگست میں خارجی جارحیت پسندوں نے اپنے 5 فوجیوں کی ہلاکت کا اعتراف کیا، جو سب کے سب امریکی بتائے جاتے ہیں۔ اس اعتراف کے ساتھ رواں سال میں اب تک ہلاک ہونے والے جارحیت پسندوں کی تعداد 59 تک پہنچ گئی ہے۔ ایک عشرے سے کچھ عرصہ بڑھ کر جارحیت کے اس پورے دورانیے میں ہلاک ہونے والے امریکیوں کی کل تعداد 2342 ہے، جب کہ برطانیہ کے 453 فوجی مارے گئے۔ ہلاک ہونے والے فوجیوں کی کل تعداد میں وہ فائیو اسٹار امریکی جنرل بھی شامل ہے، جو 5 اگست بروز منگل ایک افغان نوجوان کے ہاتھوں کابل میں ہلاک ہوا تھا۔ اس حملے میں ایک اور بلند رتبہ جنرل بھی شدید زخمی ہوگیا۔ ہلاک ہونے والے فوجیوں کی تعداد کے علاوہ کئی امریکی فوجی جنگ کے دوران یا جنگ سے لوٹنے کے بعد دماغی توازن کھو بیٹھتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ خودکشی کرلیتے ہیں۔ 26 اگست کو ایک خاتون امریکی فوجی افسر "ویرجینیا" نے 'فورٹلی' کے فوجی اڈے میں خود کو ایک اونچی عمارت سے گرا کر اپنی زندگی سے ہاتھ دھو لیے۔ اس طرح کے ایک اور واقعے میں چار ماہ پہلے ریاست ٹیکساس میں "فورٹ ہیڈ" کے فوجی اڈے میں ایک پاگل فوجی نے اپنے ساتھیوں پر فائرنگ کردی، جس میں 3 فوجی ہلاک اور 16 زخمی ہوگئے۔ اس واقعے سے پہلے بھی مذکورہ فوجی اڈے میں میجر جنرل "ندال مالک حسن" نے افغانستان جانے کی تیاری کرنے والے اپنے ساتھیوں پر فائرنگ کردی، جس میں 32 زخمیوں کے باوصف 13 افراد طالبان کے ہاتھوں مرنے کے بجائے اپنے ہی ہم پیالہ وہم نوالہ کے ہاتھوں آنجہانی ہوگئے۔ واضح رہے یہ اصل تعداد سے کم ہے۔ دشمن کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے اپنے نقصانات کے حقیقی اعداد وشمار میڈیا سے چھپا کر اپنی ناکامی پر پردہ ڈالنا چاہتا ہے۔ جس سے اس کا مقصد اپنے عوام اور شکست خوردہ فوجیوں کا حوصلہ برقرار رکھنا ہے۔

کروڑوں کی ٹیکنالوجی بمقابلہ ہزار کا بم!

افغانستان میں ایسا کوئی دن نہیں گزرتا، جس میں کسی نہ کسی صورت جارحیت پسندوں کے ٹینک، گاڑیاں، اڈے اور ایئربیس طالبان حملوں اور میزائلوں کا شکار نہ ہوتے ہوں۔ 21 اگست بدھ کے دن دشمنوں کا ایک ڈرون طیارہ ضلع "خوگیانو" میں مجاہدین کے ہاتھوں گر کر تباہ ہوگیا۔ جس کا ملبہ مجاہدین نے اپنے مرکز منتقل کردیا۔

میرے دشمن کا چھلنی سینہ!

کابلی وزارت دفاع میں ایک بڑے آفیسر کے حوالے سے جرمن تنظیم "ڈی پی آئی" نے بیان شایع کیا ہے، جس اعتراف کیا گیا ہے: "ہر ہفتے اوسطا 100 افراد میدان جنگ میں ہلاک کردیے جاتے ہیں۔" یاد رہے! 30 جولائی ہفتے کے دن کرزئی کے چچازاد "حشمت کرزئی" اور نئی حکومت میں قندھار کا امیدوار جنگ کی ہلاکت آفرینی کا شکار ہو کر اپنی آرزو کو حسرت زدہ چھوڑ گیا۔ اس واقعے کے ایک روز بعد یکم اگست کو لوگر کے ضلع "محمد آغا" کی شہری حکومت کا سربراہ ہلاک ہوگیا۔ اسی طرح جمعہ کے روز ضلع "غور" کے علاقے 'پساوند' میں صوبائی اسمبلی کا ایک امیدوار طالبان سے لڑتے لڑتے جان کی بازی ہار گیا۔ پھر دو دن بعد ننگرہار کے ضلع خوگیانو میں ایک اٹارنی جنرل مجاہدین کے حملے کا شکار ہوگیا۔ اس کے ایک روز بعد اسی طرح کے ایک

اور واقعے میں ہرات کی صوبائی اسمبلی کا ایک امیدوار امارت اسلامیہ کے مجاہدین کے ہاتھوں ہلاک ہوگیا۔ 9 اگست بروز ہفتہ فاریاب کے ضلع "شیرین تگاب" کا پولیس سربراہ اور ضلع قراہ قرم کے 10 اہل کار مجاہدین کے ہاتھوں موت کے منہ میں چلے گئے۔ اس واقعے سے دو روز قبل بھی پولیس کے دو اہل کار صوبہ اروزگان میں مجاہدین کے ہاتھوں ہلاک ہوگئے۔ 13 اگست بروز جمعرات قندوز میں سیکڑوں عام افراد کے قاتل انتہائی ظالم کمانڈر کو ہلاک کردیا گیا۔ اس کے ایک روز بعد ایک اور پولیس کمانڈر غور کے ضلع چہارسدہ میں مجاہدین کے ہاتھوں تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔ اسی روز فاریاب کے ضلع "خان چارباغ" کا گورنر، ایک پولیس افسر سمیت پکتیا کے ضلع "احمد آباد" کا پولیس چیف بھی مجاہدین کے ہاتھوں ہلاک ہوگیا۔

چار دن کے وقفے سے ہرات پولیس کی کرائم برانچ کا ایک آفسر طالبان حملے میں مارا گیا۔ اسی روز ایک اور واقعے میں سرحدی پولیس آفسر پروان کے ضلع "شیخ علی" میں ہلاک اور ایک اہل کار زندہ گرفتار کرلیا گیا۔ 20 اگست کو اروزگان کے ضلع "چارچینو" میں پولیس کا ایک مشہور کمانڈر ہلاک ہوگیا۔ اس کے ایک روز بعد زابل کے ضلع "اتغر" کا گورنر ایک ٹریفک حادثے میں اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ 25 اگست کے دن صوبہ غزنی میں نام نہاد مصالحتی کمیشن کا رکن اور صوبائی اسمبلی کا امیدوار مجاہدین کے حملے میں ہلاک ہوگیا۔ اس واقعے کے ایک روز بعد ہلمند میں ایک بار پھر دو سیکورٹی اہل کار جاں بحق ہوگئے۔ اسی طرح بڑی خبر یہ ہے 29 اگست کو صوبہ نورستان کے مصالحتی کمیشن کا سربراہ موت کے شہر جا بسا۔

پتے ہوا دینے لگے!

رواں جنگ کے دوران خارجی جارحیت پسندوں کی جانب سے افغان کٹھ پتلی فوجیوں پر کئی بار زمینی حملے ہوئے ہیں۔ 16 اگست کو خارجی جارحیت پسندوں نے پولیس کے تین فوجیوں کو ایک بمباری میں ہلاک کردیا۔ اسی طرح ایک اور واقعے میں 27 اگست بروز بدھ کو ننگرہار کے ضلع "پچیر اگام" میں اربکیوں اور پولیس کے مورچے اور چیک پوسٹس امریکی فضائی حملے کا شکار ہوگئیں، جس سے ان کے اعتراف کے مطابق کم از کم 5 افراد ہلاک اور 7 زخمی ہوئے۔ یہ حملہ اس وقت ہوا جب اربکیوں نے مجاہدین کا حملہ پسپا کرنے کے لیے فضائی تعاون کا مطالبہ کیا تھا۔

خیبر: نام ہی کافی ہے!

خیبر آپریشن بھی کامیابی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ جس میں پورے ملک کی سطح پر کئی اضلاع اور وسیع علاقے فتح ہوچکے ہیں۔ اگست میں طالبان کی پہلی کارروائی کابل کے "موسائی" علاقے میں انجام پائی۔ کابل انتظامیہ کے درجنوں افراد اس میں ہلاک وزخمی ہوگئے۔ مگر ماضی کی طرح اس بار پھر دشمن نے صرف 4 فوجیوں کی ہلاکت کا اعتراف کیا۔ خیبر آپریشن کے سلسلے میں مجاہدین نے مسلسل خارجی جارحیت پسندوں کے اڈوں کو راکٹ حملوں کا نشانہ بنائے رکھا، جس سے دشمن سخت گھبراہٹ کا شکار رہا۔ 9 اگست بروز ہفتہ کو امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے کابل کے ہوائی اڈے میں فوجی حصے پر حملہ کیا، جس میں دشمن کو کافی جانی ومالی نقصان برداشت کرنا پڑا۔ اسی طرح فاریاب کے مختلف اضلاع جیسے: "قیصار" اور "غورماچ" میں شدید لڑائی ہوئی، جس پر 18 اگست کو کابل انتظامیہ نے اعتراف کیا: قیصار اور غورماچ کا سقوط قریب ہے۔ رواں ماہ کے دوران نورستان کے ضلع "دوآب" پر 20 اور 22 اگست کو زابل کا ضلع "نوبہار" بھی مجاہدین نے مکمل فتح کرلیا۔ امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے قندوز میں بھی وسیع علاقے اپنے کنٹرول میں لے لیے ہیں۔ 24 اگست بروز اتوار کو جلال آباد شہر میں ایک فدائی حملے کے نتیجے میں ٹینک 6 جارحیت پسند اور ایک ترجمان موقع پر ہی ہلاک ہوگئے۔ عینی شاہدین کے مطابق مذکورہ 6 فوجی ٹینک کی آگ میں جل گئے تھے۔

اگست کا بہترین حملہ ننگرہار کے پولیس چیف پر ہوا تھا۔ دشمن کے اعتراف کے مطابق ان کے 11 اہل کار ہلاک اور 59 زخمی ہوگئے۔ مگر باوثوق اطلاعات کے مطابق مجاہدین کے اس حملے میں کم از کم 71 اہل کار ہلاک ہوئے تھے۔ جن میں انٹیلی جنس جاسوس، سیکورٹی پولیس، کوئیک رسپانسر اور خصوصی کمانڈوز بھی شامل ہیں۔ جب کہ 83 سے زیادہ فوجی شدید زخمی ہوگئے تھے۔ اس کے علاوہ جلال آباد پولیس ہیڈکوارٹر، ہائی لکس، رینجر کی گاڑیوں سمیت بہت سے دیگر جنگی وسائل آگ میں جل کر راکھ ہوگئے۔ دشمن کا اسلحہ ڈپو بھی اس آگ کے ایندھن کے طور پر استعمال ہوکر ضایع ہوگیا۔

میرے بدن کے مجروح ٹکڑے!

جارحیت پسندوں اور نیشنل آرمی کے ہاتھوں عالم لوگوں کے قتل اور مظالم کا سلسلہ ماضی کی طرح اب بھی جاری ہے۔ 8 اگست جمعہ کے روز جارحیت پسندوں نے چھاپوں اور بمباری کے دوران کم از کم 14 بے گناہ افراد شہید

کر دیے۔ 17 تاریخ کو ہلمند کے ضلع "خانشین" میں پولیس نے ایک امام مسجد کو تشدد کر کے شہید کر دیا۔ 22 اگست کے دن "اینٹی نارکوٹکس پولیس" کے ایک اہل کار نے صوبہ غور میں عام لوگوں پر بلاوجہ حملہ کر دیا، جس میں 3 عام افراد شہید ہوگئے ۔ 25 اگست پیر کے روز ظالموں نے قندہار کے ضلع "خاکریز" میں نائٹ آپریشن کے دوران 6 عام افراد کو شہید جب کہ 5 کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے گئے۔ مختلف ذرائع ابلاغ کی رپورٹس کے مطابق اگست کے مہینے میں جارحیت پسندوں اور آستین کے سانپوں کی جانب سے مجموعی طور پر کم از کم 72 عام افراد شہید، 16 زخمی اور 34 گرفتار کر کے عقوبت خانوں میں ڈال دیے گئے۔ اس رپورٹ کی تفصیل الامارہ ویب سائٹ پر "جنگی جرائم" کے حصے میں پڑھی جاسکتی ہے۔

ہم تم سے بے زار ہیں!

جارحیت پسندوں اور داخلی مزدوروں کی نامناسب حرکتیں اس بات کا سبب بن گئیں مسلمان عوام بھی ان کے خلاف ردعمل کا اظہار کر دیں۔ 21 اگست کو ایک بااحساس افغان نے دارالحکومت کابل میں سرعام ایک یورپی فوجی پر چھری کے وار کر کے ہلاک کر دیا۔ اگرچہ شروع میں جارحیت پسندوں نے خبر کا اعتراف نہیں کیا اور بس اتنا کہا: افغانستان کے مشرقی خطے میں ان کا ایک فوجی ہلاک ہوا ہے۔ مگر یہ واقعہ اتنا جلد عام ہوا دشمن کو اعتراف کرنا ہی پڑا۔

ہم تمہاری صفوں میں ہیں!

دشمن کی صفوں میں مجاہدین کا نفوذ روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ جس سے مجاہدین کو اپنا کام کرنے میں بہت آسانی ہوگئی ہے۔ اس عمل کے باعث جارحیت پسند اور داخلی مزدور بہت زیادہ پریشانی اور گھبراہٹ کا شکار ہیں۔ اگرچہ دشمن نے فوج میں مجاہدین کی شمولیت کا راستہ روکنے کے لیے بہت زیادہ توجہ دی ہے، مگر اس میں کامیابی کا دور دور تک امکان نہیں ہے۔ 5 اگست کے دن ایک مجاہد نے کابل کے ضلع "قرغہ" میں جارحیت پسندوں پر فائرنگ کر کے کئی اہل کار ہلاک اور زخمی کر دیے۔ ہلاک ہونے والے فوجیوں میں ایک میجر جنرل اور زخمیوں میں بریگیڈیئر جنرل شامل ہیں۔ اس واقعے کے ایک روز بعد ایک اور "داخلی مجاہد" نے اروزگان میں ایک چیک پوسٹ میں فائرنگ کر کے 11 اہل کار ہلاک کر دیے اور اسلحہ ودیگر جنگی ساز وسامان لے کر مجاہدین سے مل گیا ۔ 15 اگست کو قندہار کے ضلع "سپین بولدک" کا پولیس سربراہ ایک داخلی مجاہد کے ہاتھوں ہلاک ہوگیا۔

تمہاری رگِ جاں ہمارے ہاتھ میں ہے!

امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے ہمیشہ یہ کوشش کی ہے کہ جہادی کاروائیوں کی مکمل تفصیل دشمن کی صفوں تک پہنچائیں۔ اس سلسلے میں دعوت وارشاد کمیشن نے بہت سی کامیابیاں بھی حاصل کی ہیں۔ اس کمیشن کی ماہانہ رپورٹ میں لکھا ہے: اگست کے مہینے میں کابل انتظامیہ کے تحت کام کرنے والے مختلف اداروں سے مجموعی طور پر 500 افراد مجاہدین سے مل گئے ہیں۔ اسی طرح امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے ملک کے طول وعرض میں مختلف حملوں اور آپریشنز میں نیشنل آرمی کے کئی اہل کاروں کو پکڑ کر قید میں ڈال دیا ہے۔ غور کے ضلع "چہارسدہ" میں 15 فوجی زندہ گرفتار کیے گئے۔ یہ فوجی اہل کار 10 اگست بروز اتوار مجاہدین کے ایک حملے میں قیدی بنائے گئے تھے۔

میرا دشمن میرا اعتراف کرتا ہے!

خارجی وداخلی دشمنوں نے ہمیشہ یہ کوشش کی ہے ذرائع ابلاغ کے ذریعے حقائق اور اپنی شکست چھپائی جائے ۔ مگر اس کے باوجود کبھی کبھی ایسے واقعات ہوجاتے ہیں دشمن کے حکام خود باقاعدہ سرکاری یا غیر سرکاری طور پر اپنی شکست کا اعلان کرتے دیکھے گئے ہیں۔ اسی سلسلے میں 18 اگست کو معروف میڈیا ادارے "سی بی سی" نے ایک رپورٹ میں افغانستان میں جارحیت پسندوں کی شکست کو یقینی قرار دیا اور کہا: جارحیت پسند اب تک مجاہدین کی مزاحمت کو روکنے میں کامیاب نہیں ہوسکے ہیں۔ اب بھی اس جنگ میں امریکی ہلاک ہورہے ہیں۔ اس رپورٹ میں دو فائیو سٹار جنرلز کی ہلاکت کی جانب بھی اشارہ کیا گیا ہے، جو اس ماہ ہلاک ہوئے ہیں۔ رپورٹ میں اندازہ لگایا گیا ہے جارحیت پسندوں کی قائم کردہ انتظامیہ کو ہر وقت امارت اسلامیہ کے ہاتھوں خاتمے کا خطرہ لاحق رہتا ہے۔ ملک کے اندر بھی اس طرح کے اعترافات ہوئے ہیں۔ 18 اگست کو فاریاب کے گورنر نے مرکزی انتظامیہ کو خبردار کیا ضلع "قیصار" اور "غورماچ" بہت جلد مجاہدین کے ہاتھوں میں جاسکتے ہیں۔ مجاہدین کی بڑھتی قوت کی علامات روز بروز واضح ہوتی نظر آرہی ہیں۔ جس کی واضح مثال نورستان میں ضلع "دوآب" اور 22 اگست کو زابل کے ضلع "نوبہار" کی فتح ہے۔ 27 اگست کو امریکی روزنامے "نیویارک ٹائمز" نے لکھا تھا: طالبان کی بڑھتی ہوئی پیش قدمی نے کابل انتظامیہ کو سخت خطرے کا شکار کر دیا ہے۔ یہ سب کچھ ایسے حالات میں ہورہا ہے، جب بیرونی قوتیں افغانستان سے نکل رہی ہیں۔

ذی قعدہ کے مہینے میں ہونے والے کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کاروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	ایجنٹوں کے مقتولین	ایجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
-1	قندہار	129	2	0	0	182	49	42	7	6	0
-2	ہلمند	208	0	1	0	375	148	86	18	30	0
-3	غزنی	48	1	0	0	136	97	16	13	3	1
-4	خوست	19	0	0	0	17	17	6	0	0	0
-5	نورستان	3	0	0	0	26	3	2	0	0	0
-6	میدان وردگ	89	0	0	0	121	76	39	7	6	0
-7	کونڑ	70	0	0	0	70	32	27	4	0	0
-8	پکتیکا	44	0	0	0	48	34	14	0	2	0
-9	زابل	128	0	0	0	127	51	48	5	12	0
-10	لوگر	72	0	5	4	93	37	14	1	1	0
-11	کاپیسا	26	0	0	0	57	48	10	0	1	0
-12	روزگان	61	0	0	0	98	47	15	1	11	0
-13	پکتیا	94	0	0	0	126	79	21	3	1	0
-14	فراہ	27	0	0	0	40	27	5	1	2	0
-15	کابل	10	1	1	0	11	8	10	0	0	0
-16	ننگرہار	133	2	2	4	231	272	43	8	9	1
-17	لغمان	33	0	4	0	32	30	3	4	3	0
-18	ہرات	37	0	1	8	64	61	14	3	7	0
-19	نیمروز	15	0	0	0	28	14	8	0	1	0
-20	بادغیس	16	0	0	0	9	16	1	0	3	0
-21	قندوز	47	0	0	0	95	47	11	2	5	0
-22	بغلان	25	0	0	0	19	25	8	1	4	0
-23	فاریاب	32	0	0	0	41	21	7	1	3	0
-24	غور	8	0	0	0	23	4	0	1	6	0
-25	پروان	20	0	5	6	29	11	6	0	0	0
-26	تخار	4	0	0	0	8	7	0	0	0	0
-27	سمنگان	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0
-28	بدخشان	7	0	0	0	15	17	2	0	0	0
-29	بامیان	1	0	0	0	5	5	0	0	0	0
-30	بلخ	7	0	0	0	31	30	5	4	1	0
-31	جوزجان	16	0	0	0	25	46	12	0	0	0
-32	دائی کنڈی	11	0	0	0	20	12	3	1	9	0
-33	سرپل	9	0	0	0	14	32	9	1	0	0
-34	پنج شیر	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0
مجموعہ		1449	6	19	22	2216	1403	487	86	126	2

فرمان امیرالمؤمنین

ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ

ہم امریکا اوران یورپی ممالک سے جن کی فوجیں افغانستان میں موجود ہیں اور مستقبل میں وہ یہاں سیاسی اثرورسوخ یا فوجی اڈوں کا خواب دیکھ رہے ہیں صاف الفاظ میں کہتے ہیں کہ افغانوں کو اپنے قومی اور مذہبی تقاضوں کے مطابق ایک آزاد اسلامی حکومت بنانے دیں۔ آپ اگران سے حکومت سازی کا یہ حق چھینیں گے تو یہ نہ صرف ظلم اور انسانی حقوق کی پامالی ہوگی بلکہ اس کا انجام بھی وہی ہوگا جو گذشتہ تیرہ برسوں سے آپ لوگ دیکھتے آرہے ہیں۔ اس حقیقت سے اب تک آپ لوگ بخوبی واقف ہوچکے ہوں گے کہ افغان عوام جن کی تاریخ اسلام اور آزادی کی خاطر جنگوں سے بھری پڑی ہے کبھی بھی غیروں کی بنائی ہوئی حکومت کو تسلیم نہیں کریں گے۔

ہمارا موقف یہی ہے کہ افغانستان کی جنگ اس وقت ختم ہوگی جب تمام بیرونی جارحیت پسند افغانستان سے سے چلے جائیں اور یہاں ایک آزاد اور خود مختار اسلامی حکومت قائم ہوجائے۔ چاہے جس عنوان سے بھی ہوان کے محدود فوجیوں کا یہاں رہنا جارحیت اور جنگ کو مزید طول دینے کے مترادف ہے۔ اور اپنی سرزمین پر غیر ملکی افواج کی موجودگی کسی کے لیے بھی قابل برداشت نہیں ہوتی۔

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

3rd Year October 2014

امارت اسلامیہ عسکری کوششوں کے ساتھ ساتھ بااعتماد عالمی جہات کے ساتھ مثبت روابط قائم کرکے بلند اہداف تک رسائی کی کوششیں کررہی ہے۔ ہم نے اپنی آئندہ کی پالیسی کے حوالے سے اپنے نشریاتی ذرائع اور سیاسی دفتر کے ذریعے عالمی دنیا کو اپنا پیغام پہنچادیا ہے۔ سیاسی حوالے سے تمام بیرونی اور داخلی حلقوں سے رابطوں اور تعلقات کا قیام صرف اور صرف سیاسی دفتر کی ذمہ داری ہے۔ قیادت کی اجازت کے بغیر کسی شخص یا ادارے کو امارت اسلامیہ کے نمائندہ کی حیثیت سے کسی بیرونی یا اندرونی فریق سے روابط قائم کرنے کا کوئی حق نہیں۔۔۔

عالیقدر امیرالمومنین کے پیغام سے اقتباس